

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَفِيهِ رِزْقٌ وَبِرَّ

شفا حکمت مصطلح

صَلَّى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

مستعار من شرف
کائنات

تصنیف

امام حکمت کلام

علامہ محمد علی قاسمی

دوسرے الموز

ترجمہ

دوسرے الموز

علامہ محمد علی قاسمی شرف قادری بکوانی

مکتبہ قادریہ لاہور

تحقیق الفتویٰ فی إبطال الطغویٰ

شفاغتِ مُصطفیٰ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مع ضمیرہ

تحریر اوّل از: علامہ محمد فضل حق خیر آبادی

برو عبارت "تقویۃ الایمان"

تصنیف: امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب و تالیف: شرف ملت علامہ محمد عبدالکاشم شرف قادری

الممتاز پبلی کیشنز لاہور

جدید حقائق و حشوت

تعمیق الفتوی فی ابطال الطغوی	نام کتاب
شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ترجمہ
علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ	تصنیف
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری	اردو ترجمہ
جناب محمد عالم مختار حق صاحب	پروف ریڈنگ
۱۸ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ / ۱۸۲۵ء	سن تصنیف
رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ / 2000ء	اشاعت سوم
مولانا شاہ محمد چشتی نظامی	کتابت
ایک ہزار	تعداد
258	صفحات
	مطبع
حافظ نثار احمد قادری	باہتمام
120/-	قیمت

سلمتے کا پنا

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

فہرست (اُردو ترجمہ)

۷	کلمہ افتتاح
۶۷	استفتاء
۷۱	جواب
۷۲	مقام اول
//	شفاعت کے اقسام
//	شفاعتِ وجاہت
۷۴	شفاعتِ محبت
۷۸	شفاعت اور دعا
۷۹	انبیاءِ اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت
۸۲	شفاعتِ بالاذن
۸۳	ایک شبہ کا ازالہ
۸۵	محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت
//	مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
//	آیاتِ مبارکہ
۹۶	احادیثِ طیبہ
۱۱۱	شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۱۲۲	تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو (چودہ وجوہ سے)
۱۳۶	ایک سوال اور اس کا جواب
۱۵۲	مقامِ ثانی (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارت کے رد میں)

- ۱۵۲ امکانِ نظیر کا مطلب
- ۱۵۳ وجہ اول (سے نزدیک)
- ۱۵۵ امتناعِ نظیر پر دلیل
- ۱۵۶ امکانِ کذب کی دلیل اور اس کا رد
- ۱۵۸ محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ منہم نبوت سے انحراف (حاشیہ)
- ۱۵۹ محمود حسن کا اللہ تبارک کے لئے تمام قبائح کا امکان ماننا (حاشیہ)
- ۱۶۲ وحشیانی (امتناعِ نظیر کی دوسری دلیل)
- ۱۶۳ ممنوع بالذات قدرت کے تحت داخل نہیں {
- اس قاعدہ پر ایک شبہ اور اس کا جواب
- ۱۶۴ "ان اللہ علی کل شیء قدير" کا مطلب
- ۱۶۶ امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۱۶۹ ایک اعتراض کا جواب
- ۱۷۰ امکانِ نظیر کی نقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۱۷۳ امکانِ نظیر کی دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد
- ۱۷۵ ایک شبہ کا ازالہ
- ۱۷۶ مقامِ ثمانت (تقویۃ الایمان کی عبارت تنقیحِ شان ہے)
- " تعظیم یا توہین پر کلام کی دلالت کا معیار
- تقویۃ الایمان کی عبارت میں توہین کے چودہ پہلو
- ۱۷۶ عذر گناہ اور اس کا رد
- ۱۹۹ ایک اور قلابازی اور اس کا علاج
- ۲۰۶ اہل ایمان کا عقیدہ

مقامِ رابع

- ۲۹
- ۲۱۰ حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان متصور نہیں
- ۲۱۱ علاماتِ محبت
- ۲۱۳ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے
- امام مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ
- ۲۱۵ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم
- ۲۱۶ صحابہ کرام اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۲۰ تابعین اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۲۱ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی انبیاء کا احترام صحابی کی نظر میں
- ۲۲۷ سنگ و شجر کی سلامی
- ۲۲۸ استن خانہ کی فراق میں آہ و زاری
- ۲۳۱ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۳۲ اتباعِ رسولِ تفاضل سے محبت ہے
- ۲۳۴ بے حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتباعِ معتبر نہیں
- تنقیصِ شان کے مرتکب کا حکم
- بلا ارادہ تنقیص کے مرتکب کا حکم
- ۲۳۹ اعتراض اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے اور اس کا جواب
- ۲۴۲ خلاصہ فتویٰ
- ۲۴۴ خانمہ
- ۲۴۸ علمائے اعلام کی تائیدی مہرس
- ۲۵۰

[Faint, illegible handwritten text in Urdu script, likely bleed-through from the reverse side of the page.]

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کلمہ افتتاح

سرزمین ہند (متحدہ پاک و ہند) وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے پیدا ہونے والے عظیم مجال کے افکار و تعلیمات نے ایک عالم کو روشنی بخشی، ان کے علوم و معارف رہتی دنیا تک قلوب و اذہان کو تابندگی اور ایمان و عمل کو تازگی بخشتے رہیں گے۔ متحدہ پاک و ہند کی تاریخ میں دانش و حکمت کے مینار بھی دکھائی دیں گے، علم و عرفان کے بحرِ سبکراں بھی ملیں گے اور حریت و آزادی کے پیکر بھی نظر آئیں گے اور بعض ایسی جامع الصفات ہستیاں بھی سامنے آئیں گی کہ انہیں جس پہلو سے بھی دیکھا جائے، منفرد اور بیگانہ معلوم ہوں گے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ فضل حق خیرآبادی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (قدست سرادہم) وہ حضرات ہیں جن کی علمی فضیلت اور قائدانہ بصیرت سے کوئی باخبر شخص انکار نہیں کر سکتا اور کوئی انصاف پسند مؤرخ ان حضرات کی دینی و سیاسی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

درج ذیل سطور میں لطلِ حریت، امام منطق و حکمت مولانا شاہ محمد فضل حق خیرآبادی کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس کے بعد پیش نظر کتاب "تحقیق الفتویٰ" کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

شاہ فضل حق خیرآبادی

۱۲۱۲ء، ۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ستیس واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اسی لئے آپ کفار مبتدعین اور بد مذہبوں سے کسی قسم کی رواداری کے قائل نہ تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم عصر اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ دہلی میں صدر الصدور تھے، ہاتھی کی پاکی پر کچری آتے جاتے، شاہ فضل حق خیرآبادی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو انہیں درس حدیث کے لئے شاہ عبدالقادر مجدد دہلوی کے سپرد کر دیا، علامہ نے ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔

جب مولانا فضل امام خیرآبادی، علامہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سپرد کرنے گئے تو انہوں نے دوران گفتگو فرمایا: فضل حق کو شعر و شاعری کا بھی شوق ہے، شاہ صاحب نے فرمایا: کچھ اپنا کلام سناؤ، علامہ نے امر القیس کی زمین میں ایک قصیدہ سنایا، شاہ صاحب نے ایک لفظ کے بارے میں فرمایا: یہ غریب ہے، یہ کلام عرب میں کم استعمال ہوتا ہے۔ علامہ نے بربستہ مسلم شعرا کے بیس ایسے اشعار سنائے جن میں وہی لفظ استعمال کیا گیا تھا، ابھی کچھ اور سنانے کا ارادہ تھا کہ والد ماجد نے منع کر دیا اور فرمایا: بس حد ادب! علامہ نے عرض کیا یہ تفسیر و حدیث کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ شعر و شاعری ہے اس میں بے ادبی کا کیا سوال؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: صاحبزادے تم صحیح کہتے ہو مجھے سہو ہوا ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی نے شیعہ کے رد میں تحفہ اثنا عشریہ لکھا تو ہندوستان سے ایران تک دنیا سے رخصت میں زلزلہ آگیا، میرزا قرداد کی اولاد سے ایک شیعہ کتیبوں کا انبار لے کر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران سے دہلی پہنچا اور شاہ صاحب کے ہاں فروکش ہوا، علامہ فضل حق خیرآبادی کو پتہ چلا تو وہ بھی مجتہد صاحب سے ملاقات کرنے پہنچ گئے۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد جو باہم گفتگو ہوئی وہ کچھ اس طرح تھی :-

مجتہد : صاحبزادے ! (اس وقت علامہ کی عمر بارہ سال تھی) کیا پٹھتے ہو؟
 علامہ : شرح اشارات اور افق المبین وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔
 مجتہد : (حیرت سے) کیا تم افق المبین کے فلاں مقام کی تقریر کر سکتے ہو؟
 علامہ : ہاں! اور نہ صرف اس مقام کی تقریر کر دی بلکہ اس پر چند اعتراض بھی کر دئے۔

مجتہد : جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔
 علامہ : جواب کو کئی وجہ سے رد کر دیتے ہیں اور پھر افق المبین کی ایسی تقریر کرتے ہیں کہ تمام اعتراضات کا جواب بھی اس میں آجاتا ہے۔
 مجتہد : تعجب سے اس نوع منطقی کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔

علامہ : (رخصت ہوتے ہوئے) میں شاہ صاحب کے ادنیٰ نامزدہ میں سے ہوں۔
 ایرانی مجتہد نے سوچا کہ جہاں نو عمر بچوں کا مبلغ علم یہ ہے وہاں شیخ مکتب کا حال کیا ہوگا اور پھر صبح سویرے ہی اپنا ساز و سامان سمیٹ کر رخصت ہو گیا۔ صبح ہوئی تو شاہ صاحب نے خادم بھیج کر مہمان کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ رات ہی کو جا چکا ہے، جب صورت حال معلوم ہوئی تو علامہ کو شفقت آمیز عتاب سے فرمایا کہ تمہیں مہمان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا، وہ ہمارا مہمان تھا ہم

خود سمجھ لیتے لے

۱۲۲۵ھ/۱۸۰۹ء میں علامہ فضل حق خیرآبادی، تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں چار ماہ اور کچھ دنوں میں قرآن پاک حفظ کیا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت دہسن شاہ دہلوی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علوم عقلیہ و نقلیہ میں تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ علم کلام، اصول فقہ اور علوم ادبیہ میں انہیں تخصص حاصل تھا، منطق و حکمت میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور کوئی معاصر ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

سرسید لکھتے ہیں :-

”جمیع علوم و فنون میں بیکتاے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے، علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگرد و اہل کمال کے حضور میں بساط منظرہ آراستہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ آپ کو یگانہ فن سمجھتے تھے، جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوائے کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھے لے

منشی محمد جعفر متھانی سیری لکھتے ہیں :-

”مولوی فضل حق معقولی خیرآبادی جو اس زمانے میں حاکم اعلیٰ شہر دہلی کے سررشتہ اور علم منطق کے پتے اور افلاطون و سقراط و

۱۔ عبدالشاد بخاں شردانی : باغی ہندوستان (مکتبہ قدوسیہ، لاہور) ص ۸ - ۷

۲۔ سرسید : مقالات سرسید حصہ شانزدہم (مجموعہ مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۸

بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے" ۱۷

حکیم عبدالحی لکھنوی مورخ لکھتے ہیں :-

"احد الاساتذة المشهورين لم يكن له
نظير في زمانه في الفنون الحسبية و العلوم
العربية" ۱۸

د علامہ فضل حق خیر آبادی (مشہور استاد تھے فنونِ حکمیہ اور علومِ عربیہ
میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی علومِ دینیہ کے متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و
ادب کا نہایت گہرا ذوق رکھتے تھے ان کے چار ہزار سے زائد اشعار، عربی ادب
کا قیمتی سرمایہ ہیں، اگرچہ خود اردو میں طبع آزمائی نہیں فرماتے تھے تاہم بحیثیت نقاد
کے آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی، مرزا غالب ان کے مشوروں کو تدرک کی
نگاہ سے دیکھتے تھے، غالب کا موجودہ اردو دیوان علامہ فضل حق خیر آبادی اور
مرزا خانی ہی کا انتخاب ہے۔

مولانا محمد الدین فوق لکھتے ہیں :

"قصائدِ غرآپ کے امرا لقیس اور لبید کے قصائد پر فوقیت
رکھتے ہیں، نظم و نثر میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ بلا مبالغہ شاید
سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ ہوتے ہوں گے" ۱۹
پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں :-

۱۷ محمد جعفر تھانیسری، منشی : حیات سید احمد شہید (سوانح احمدی) مطبوعہ نفیس کیڈمی کراچی، ص ۳۰۲

۱۸ عبدالحی لکھنوی، حکیم مورخ : نزہۃ الخواطر (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ج ۷، ص
۱۳۸ روضۃ الادب، ص ۱۳۸

”ادب و حکمت کی بن بلندیوں پر مولانا فضل حق خیر آبادی پہنچے،

غالب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی حیثیت مولانا کے سامنے

سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں۔ ہے۔

چونکہ خاکِ رابا عالمِ پاک

..... سچ تو یہ ہے کہ جب تک فضل حق شامل نہ ہو انسان مولانا

کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔“

خود غالب نے علامہ کی جلا وطنی اور غریب الوطنی کی شہادت پر

جس رنج و غم اور عقیدت کا اظہار کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

”فخر ایجاد و توحید مولانا فضل حق ایسا دستِ مر جا۔ئے، غائب

نیم مردہ، نیم جاں رہ جائے۔“

موتے ہیں آرزو میں مرنے کی

موت آتی ہے پر نہیں آتی

آگے آتی تھی حالِ دل پہ سنسی

اب کسی بات پر نہیں آتی

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد علامہ نے ہلی، گجھڑ، ٹونک اور الود میں بلند

مناصب پر فائز رہے، لکھنؤ اور رامپور میں منصبِ صدارت کو زینت بخشی، اس

کے باوجود فارغ اوقات میں شنگانِ علم کو سیراب کرتے۔ آپ کے فیض یافتہ بشتیا

علماء آسمانِ علم و فضل پر مہر و ماہ بن کر چمکے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ آج ہندو پاک کا

۱۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر : مقدمہ شرح دیوانِ غالب ، ص ۲-۱۶۱

۲۔ نادم سیٹاپوری : غالب نام آورم (مطبوعہ لاہور) ، ص ۹۴

شاید ہی کوئی مدرسہ ہوگا جہاں آپ کا فیض جاری نہ ہو۔

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء پیش کئے جلتے ہیں :-

- ۱۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی (فرزند)
 - ۲۔ مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں جو پوری (استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بہار شریعت)
 - ۳۔ محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی
 - ۴۔ مولانا فیض الحسن بہار پوری
 - ۵۔ مولانا ہدایت علی بریلوی
 - ۶۔ مولانا محمد عبداللہ بلگرامی
 - ۷۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (استاذ امام احمد رضا بریلوی)
 - ۸۔ نواب یوسف علی خاں رامپوری
 - ۹۔ نواب کلب علی خاں رامپوری
- علامہ فضل حق خیرآبادی نے مختلف مناصب کی مصروفیات اور درس و تدریس کے اشغال کے باوجود تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ یہ تصانیف اپنے مصنف کے علمی تبحر، قوت استدلال، زور بیان اور کمال فصاحت و بلاغت پر شاہدِ عادل ہیں۔ انہوں نے اپنی نگارشات میں ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جن کے مطالعہ سے اہل علم کو وجد آئے، پھر لطف یہ کہ وہ زیادہ تر اپنے ذہنِ بیغ کے نتائجِ قلم بند کرتے ہیں، بعض لوگوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ دوسروں کی عبارتیں نقل کر کے پیچھے اپنا نام لکھ دیں۔
- علامہ اسماعیل ہاشم بگدادی فرماتے ہیں :-

الخیرآبادی : محمد فضل الحق العمری

الخير ابادى الهندى الحنفى الجشتى الماترىدى
ولدہ سنہ ۱۲۱۲ھ و توفى سنہ ۱۲۷۸ھ ثمان وسبعين
وما تين والى الف۔

من تالیفاتہ تاریخ فتنۃ الہند فارسى (بل
عربى)، الجنس الغالى فى شرح الجوهر العالى، حاشیة
على افق المبين لباقر داماد، حاشیة على تلخیص
الشفار لابن سینا، حاشیة على شرح القاضى السبارک
للسلم، رسالۃ فى تحقیق الاجسام، رسالۃ فى تحقیق
الکلى الطبعى، الروض المسجود فى تحقیق حقیقة
الوجود، الهدیة السعیدیہ فى الحکمة الطبعیة له
ان کی تصانیف یہ ہیں :-

- ۱: تاریخ فتنۃ الہند (فارسی) : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اسباب و واقعات
پر عربی میں الثورۃ الہندیہ، نثر اور قصائد فتنۃ الہند، نظم میں، یہ دونوں کتابیں
تجزہ اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ باغی ہندوستان کے نام سے مکتبہ تادریہ
لاہور کی طرف سے چھپ چکی ہیں (شرف قادری)
- ۲: الجنس الغالى فى شرح الجوهر العالى۔
- ۳: حاشیة على افق المبين، مصنفہ میر باقر داماد۔
- ۴: حاشیة تلخیص الشفار لابن سینا۔
- ۵: حاشیة قاضى مبارک شرح سلم۔ (سیال شریف سے چھپ چکا ہے)

۱۔ اسمعیل بانا البغدادى : ہدیۃ العارفین نغمۃ کشف الظنون (مکتبہ المثنی، بغداد ۱۹۵۵ء) ج ۲، ص ۳۷۷

۶: رسالہ فی تحقیق الاجسام -

۷: رسالہ فی تحقیق الکلی لطبعی -

۸: الروض المجود (مسئد و حدیث الوجود پر یہ معرکہ الاراک کتاب مع ترجمہ مکتبہ قادریہ

سے چھپ چکی ہے)

۹: الہدیہ السعیدیہ ، حکمت طبعیہ میں (بلکہ حکمت طبعیہ و الہیہ دونوں پر مشتمل

ہے) شرف قادری

ان کے علاوہ یہ تصانیف ہیں :-

۱۰: تحقیق الفتویٰ فی البطل الطغویٰ ، فارسی (تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں پڑھئے)

۱۱: اقسام النظر (فارسی)

حضرت علامہ ، ظاہری شان و شوکت اور علمی فضیلت کے باوجود شریعت

مطہرہ اور سنت مبارکہ پر عمل پیرا اور عابد شب زندہ دار تھے۔ مولانا عبد اللہ بلگرامی

فرماتے ہیں :-

” اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے طاقتور ہاتھی اور عمدہ گھوڑے

انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتے

تھے، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بیع اور تجارت اللہ تعالیٰ

کے ذکر سے نہیں روک سکتی، ان کا جسم بادشاہ کی صحبت میں اور دل یادِ الہی

میں مصروف ہوتا تھا۔

علامہ باقاعدگی سے ہر ہفتہ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے، رات

کے وقت نوافل میں مصروف ہوتے، جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے

تھے جس شخص کا نوافل میں یہ حال ہو اس کے فرائض کا اندازہ کیا جاسکتا ہے“ لہ

علامہ عبد اللہ بلگرامی، مولانا : خطبہ حاشیہ پر یہ سعیدیہ

علامہ فضل حق خیر آبادی کو اللہ تعالیٰ نے دل دردمند اور عقل بیدار عطا فرمائی تھی۔ وہ چشم بصیرت سے تغیر پذیر حالات میں آئندہ پیدا ہونے والے حوادث اور واقعات دیکھ لیتے تھے۔ سرزمین ہند پر انگریزوں کے مکارانہ تسلط اور مسلمانوں کی شوکت کے زوال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس امر کو شدت سے محسوس کرتے تھے کہ انگریزوں کی طرح طرح کے چیدے بہانے سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے درپے ہیں۔ علامہ نے الثورۃ الہندیہ میں ان کی بعض سازشوں کی نشاندہی کی ہے :-

۱ :- انگریزوں نے مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دینے کے لئے مشہروں اور دیہاتوں میں سکول کھولے اور اسلامی مدارس کو تباہ کرنے کی پوری سعی کی۔

۲ :- نقد قیمت ادا کر کے تمام غلہ اور اجناس خرید لیتے تاکہ لوگ ایک ایک دانے کے لئے ان کے محتاج ہو جائیں اور کسی کو مجال سرکشی نہ رہے۔

۳ :- بچوں کے فتنے، پابندی عائد کردی اور غور تلوں کا پردہ ختم کر دیا اور اس طرح اہل ایمان کو فتنہ میں ڈالنے اور احکام اسلام کے مٹانے کی پوری کوشش کی۔

۴ :- کارنوس استعمال کرتے وقت مسلمان فوجیوں کو سورہ کی چربی اور ہندوؤں کو کائے کی چربی چھیننے پر مجبور کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور ہندو فوجی مشتعل ہو گئے اور انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، ابتدا میں پٹھ چھاؤنی سے ہوئی، بہت سے انگریزوں کو قتل کر کے تمام فوجی دہلی پہنچے اور سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار سراج الدین بہادر شاہ ظفر کو

بادشاہ بنالیا اور استخلاص وطن کے لئے انگریزی افواج سے ٹکرائے۔

علامہ اس وقت الوری میں تھے وہاں سے دہلی پہنچنے اور جہادِ آزادی میں قائدانہ شان سے حصہ لیا، بادشاہ سے سابقہ روابط کی بنا پر خصوصی مشوروں میں شریک ہوتے اور اپنی صوابدید کے مطابق رہنمائی کرتے لہ علامہ کی تجویز کے مطابق مختلف والیان ریاست کو خطوط لکھے گئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی گورگانوہ کے کلکٹر مقرر کئے گئے، بہت سے حکام براہ راست علامہ نے مقرر کئے لہ آپ کے حکم سے لال قلعہ کے دارالانشاء (سیکرٹریٹ) سے پرانے جاری ہوتے ملکہ آپ نے سلطنت کا دستور العمل مرتب کیا لہ اور فوجیوں اور شہریوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بھڑکانے رہے لہ بلکہ بعض اوقات شاہی فوج کی کمان بھی کی، بادشاہ نے ایک کنگ کونسل قائم کی جو تین ارکان پر مشتمل تھی، جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق لہ

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہو گیا تو علامہ اہل دیہات کو خیرآباد چھوڑ کر سینا پور (لکھنؤ) پہنچ گئے جہاں ملکہ عالیہ حضرت محل انگریزی فوجوں سے نبرد آزما تھیں، یہاں بھی علامہ مجاہدین کی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے خصوصی

۱۔ عبدالشاہ خاں شردانی : باغی ہندوستان ، ص ۱-۱۲۰

۲۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون ، ص ۲۰-۳۹

۳۔ ایضاً : ص ۲۱

۴۔ ایضاً : ص ۲۲

۵۔ ایضاً : ص ۲۹

۶۔ ایضاً : ص ۶۲

رکن تھے، حضرت محل کے وزیر مموخاں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے، علامہ کو مموخاں کا مشیر سمجھا جاتا تھا، مجاہدین آپ کے مدبرانہ مشوروں سے مستفید ہوتے رہے لہ تمام تر کوششوں کے باوجود مجاہدین کو بہر محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لہذا جہاں کسی کا سینک سمایا، چلا گیا اور انگریز اپنا اقتدار سجال کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ انہی دنوں ملکہ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اس اعلان پر اعتماد کرتے ہوئے خیر آباد چلے گئے، ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا، مقدمہ چلا اور فیصلہ یہ دیا گیا کہ ان کی تمام جائیداد ضبط اور انہیں تازلیت جزیرہ اندیمان (کالے پانی) بھیج دیا جائے چنانچہ حضرت علامہ نے ۱۲ صفر، ۲۰ اگست ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء کو اندیمان میں جام شہادت نوش کیا لہ مشہور فاضل عمر رضا کمال لکھتے ہیں :

محمد فضل الحق العمري الخیر آبادی
 الہندی الخنفی الجشتی الماتریدی حکیم، ولد
 فی خیر آباد وقاوم الحكومة الانجليزية فاعتقلت
 وارسلته الی جزیرة سنکون فتوفی بہا لہ
 ” محمد فضل حق عمري خیر آبادی ہندی خنفی جشتی ماتریدی حکیم (فلسفی)
 خیر آباد میں پیدا ہوئے، انگریزی حکومت سے مقابلہ کیا تو حکومت
 نے آپ کو گرفتار کر کے جزیرہ رنگون (بلکہ اندمان) بھیج دیا، آپ نے
 وہیں وفات پائی“

لہ محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ، ص ۵۶۲

لہ ایضاً : ص ۵-۶۳

لہ عمر رضا کمال : معجم المؤلفین (مطبوعہ بیروت) ج ۱۱ ، ص ۱۳۰

پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہونے والے اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں بزمی انصاری لکھتے ہیں :-

” ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو مولوی فضل حق نے اس بغاوت میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا پائی۔“ لے

سعید احمد اکبر آبادی فاضل دیوبند لکھتے ہیں :-

” اس وقت ہمارے سامنے فتوے کی جو نقل ہے اس پر ۳۸ دلی کے علماء و مشائخ کے دستخط ہیں، مولانا فضل حق خیر آبادی کے اس پر دستخط نہیں ہیں لیکن ان کا ایک الگ مستقل فتوے جہاد تھا جس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی اسلامی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔“

مولانا بلند پایہ عالم دین ہونے کے ساتھ ریسانہ طور طریق زندگی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ایمانی جرأت و جسارت اور دینی حمیت و غیرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہر چیز سے بے نیاز ہو کر دلی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد جہاد کے واجب ہونے پر ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور اس کے بعد جہاد کے ایک اور فتوے کا اعلان ہوا جس پر صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں آزرده، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی اور دوسرے علماء کے دستخط تھے۔“ لے

لے بزمی انصاری : اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی) ج ۱۵ ص ۳۷۵

لے سعید احمد اکبر آبادی : ہندوستان کی شرعی حیثیت (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۶۸ء) ص ۲-۳۱

یہ امر مسلم ہے کہ "الوکلہ میرٹھ لائبریری" انگریزوں سے علامہ کی نفرت و عداوت اور ان کے ناپاک قدموں سے سرزمین ہند کے پاک ہونے کی آرزو کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے فرزندِ حبیبی علامہ عبدالحق خیرآبادی نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب انگریز چلے جائیں تو میری قبر پر آکر اطلاع دے دینا۔
 مولانا عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں :-

"مولانا (عبدالحق خیرآبادی) نے آخر وصیت بھی فرمائی کہ جب انگریز ہندوستان سے جائیں تو میری قبر پر خبر کر دی جائے چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو رفیق محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیرآبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد شریف کے بعد قبر پر فاتحہ خوانی کی اور اس طرح پورے پچاس سال کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی،
 جزاء اللہ خیر الجزاء" لے

علامہ فضل حق خیرآبادی کے مجاہدانہ کارناموں کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابیں خاص طور پر ملاحظہ کی جائیں :-

- ۱ : فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون : مطبوعہ برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء
 از حکیم سید محمود احمد برکاتی (مکتبہ قادریہ لاہور سے دستیاب ہے)
- ۲ : بانگی ہندوستان : (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور) تصنیف علامہ فضل حق خیرآبادی ، ترجمہ و تقدیم عبدالشاہد خاں شروانی۔
- ۳ : ابتیاز حق : (مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۹۷۹ء) از راجا غلام محمد

علامہ عبدالشاہد خاں شروانی : مقدمہ زبدۃ الحکمہ (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء) ص ۱۲

ذیل میں مولانا عبدالشہد خاں شروانی (مولف باغی ہندوستان) کے مکتوب کا عکس پیش کیا جاتا ہے جو امتیازِ حق پر ان کے تاثرات کے علاوہ نہایت وقیح معلومات پر مشتمل ہے۔

۱۹۵۹ م زاویہ علمیہ محمد علی روڈ اعلیٰ گڑھ
دہلی، جمہور

۷۸۶

محرم المقام دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ
رسالہ کتابوں کا پیکٹ ۶/۲۹ م کو اور پیکٹ نامہ مورخہ ۱۲/۲۹ م کا لہجہ
پیکٹ میں باغی ہندوستان اور امتیازِ حق کی دو دو جلدیں تھیں۔ آپ نے باغی ہندوستان کی
۳ جلدیں غلط میں لکھی ہیں۔ غالباً مسواً باغی ہندوستان کے بجائے امتیازِ حق کی تین جلدوں
رکودی گئی۔

سرکاری ملازم شوکت علی صاحب! ایک خط عرصہ پہلے آیا تھا انہوں نے مزارِ علامہ کی
نشاندہی کی تھی وہ خود مزار پر حاضر ہوئے ہیں۔ علامہ کے مزار کے ساتھ مولوی
لیاقت علی صاحب کی قبر بھی ہے۔

یہ مزار سمندر کے کنارے ساؤتھ پاسٹ میں ہے جو عرف عام میں نمک بھٹ
کہلاتا ہے۔ یہ لیبٹی Ross جزیرہ کے قریب ہے جہاں لا کر علامہ کو جاز سے
آنا رہا جاتا تھا۔

اب تک میں رائٹنگ کی طرف آپ کی توجہ مبذول نہیں کرائی تھی کیونکہ ضرورت تھی
اب ریٹائر ہونے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ کیا آپ توجہ کریں گے؟
میں نے گزشتہ سال رامپور وصال پور میں علامہ کا وہ خط دیکھا جس میں

عرشی صاحب نے اپنی مضمون میں دیا تھا۔ اس پر نہ تو علامہ کے دستخط ہیں نہ ان کا رسم خط
میں رسم خط اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مولانا آزاد لائبریری میں خود نوشت
نسخ موجود ہیں۔

المبین کی اشاعت بڑی علمی خدمت ہے بلکہ اپنی اپنی ملتان میں سب سے خود مولانا غلام
امتیاز الحق کے ساتھ دی گئی تھی۔

امتیاز حق، راجہ صاحب کی سب سے تلاش کا شاہکار ہے۔ تاریخ تناو لیان پر سب سے
پہلے ہی ملاحظہ کر دیا تھا۔ امتیاز حق نے یہ پہلو بھی ملاحظہ کر دیا کہ وہ انگریزوں کے خلاف
نہیں بلکہ موافق و حامی تھے۔ ٹھہر کے دست لگا کر گویا کہ قول تھا کہ جبروت اتنی بار
بود کہ سب سے معلوم ہو۔

بلاشبہ باغی نندوستان کا جدید ایڈیشن

نقاش نقوش ثانی بستر کشد اول کا مہداق ہے۔ جبر اکرم اللہ

تاخیر جواب کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ سفر جمع کی چار ماہ کی غیر حاضری نے
کام بہت بڑھ دیا پھر واپسی پر شدید بیماری نے ڈیڑھ ماہ سطل رکھا۔
رفقاہ کی خدمت میں سلام شوق۔

مہربانی ہوگی اگر دونوں کارڈوں پر ٹکٹ لگا کر پوسٹ فرمادیں۔
دونوں حکومتوں نے ڈاک وصول اتنا بڑھادیا ہے کہ خط لکھنے کے لئے کئی بار
سوچنا پڑتا ہے۔ والسلام

خیر اندیش

شاہد شریانی ۱۹/۵/۶۷

مصنفیہ تقویۃ الایمان

مولوی اسمعیل دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے،
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء
 کو دہلی میں شاہ عبدالغنی کے گھر پیدا ہوئے۔ لے تعلیم اپنے والد اور شاہ عبدالعزیز
 محدث دہلوی سے حاصل کی۔ صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تنویر العینین، رسالہ
 اصول فقہ، رسالہ توحید، ایضاح الحق، منصب امامت، رسالہ بے نمازاں اولہ
 رسالہ یکر و ذی وغیرہ کتابیں لکھیں۔

مولوی اسمعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور
 انہیں ساتھ لے کر "جہاد" کا منصوبہ بنایا، ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی،
 پنجاب پر سکھ حکومت کر رہے تھے، ان میں سے کسی ایک سے ٹکڑے لے کر بغیر
 صوبہ سرحد کا رخ کیا اور سب سے پہلے یاغستان کے مسلمان حکمران یار محمد خاں
 سے "جہاد" کیا۔ لے پھر سکھوں کے سب سے بڑے مخالف سرحد کے
 جیلے مسلمان سچان پائندہ خاں سے محاذ آرائی کی، اسے اپنی بیعت پر مجبور کیا

۱۔ مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۹۵۸ء) ص ۳۲

۲۔ رحمن علی، مولانا : تذکرہ علماء ہند اردو ترجمہ (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۴۱۲

۳۔ عاشق الہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۷۰

اور جب اس نے بیعت سے انکار کر دیا تو اس پر کفر کا فتوے لگا کر اس پر چڑھ دوڑے۔
پانڈہ خاں نے (جو تمام عمر سکھوں سے جنگ کرتا رہا) مجبوری کی حالت میں سکھوں
سے صلح کر لی اور دو بلٹن فوج لے کر مجاہدین کو شکست فاش دی اور اپنے
علاقے سے نکال باہر کیا، چنانچہ مولوی اسمعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے
ساتھیوں نے پختیار کا رخ کیا لے

سرحدی مسلمان سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر مجاہدین کا ساتھ
دے رہے تھے۔ مولوی اسمعیل دہلوی اور ان کے ساتھیوں کے وہ بیانیہ عقائد،
بات بات پر کفر کے فتوے اور مجاہدین کے ساتھ سچٹان خوانین کے جبری نکاح
وغیر ذلک، وہ امور تھے جنہوں نے سرحد کے غیر مند سچٹانوں کو مشتعل کر دیا۔
چنانچہ پشاور میں مجاہدین کی غاصی بڑی جماعت کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ سر سید تو
یہاں تک کہتے ہیں کہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں انہی کے ہاتھوں بالا کوٹ میں مولوی
اسمعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ ہوا،

سر سید لکھتے ہیں :

” ۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا
اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں
اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں
اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے
کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے مگر چونکہ وہ سکھوں کے جوڑو تھے

۱۔ مراد علی، سید : تاریخ تاولیاں، (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۴۷ تا ۵۴

۲۔ حیرت دہلوی، مرزا : حیات طیبہ، ص ۳۵۶

سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبہ میں
 شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخر کار وہابیوں اور
 پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی
 مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر
 میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی
محمد اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا۔

اسی لئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :-

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید ذبیح کا

وہ شہید لیلائے نجد تھا وہ ذبیح تیغ جبار ہے

مولوی اسماعیل دہلوی کے "جہاد" کا مقصد متعین کرتے ہوئے مولوی

حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :-

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے
 انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو
 اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے
 ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف
 انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدسی لوگوں کا اقتدار
 ختم کرنا ہے، اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ کو
 غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان
 یا دونوں، وہ حکومت کریں گے" (نقش حیات ج ۲، ص ۱۳)

لے سرسید : مقالات سرسید، حصہ نہم، (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۹، ۱۴۰

اس پر علامہ ارشد القادری نے یہ نوٹ لکھا :

" آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس شکر کے معلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں کیمولر اسٹیٹ (لاڈینی حکومت)

قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا۔" (ص ۱۰۰)

اس پر عام عثمانی ایڈیٹر ماہنامہ تجلی دیوبند نے کھلے دل سے اعتراض کیا ہے، لکھتے ہیں :-

" ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس رہیمارک میں لفظاً تلخی آگئی ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افترار ہے؟ کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استاد محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسمعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خانے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجرا آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟" (تبصرہ برہم لٹرلہ، ص ۱۸۷)

مولوی اسمعیل دہلوی کے مزاج میں ابتداء ہی سے آزاد خیالی اور لاابالی پن

پایا جاتا تھا، تعلیم کے دوران بقول مرزا حیرت دہلوی یہ عالم تھا کہ :

” نہ آپ مطالعہ کرتے، نہ گھر میں جا کے سبق یاد کرتے تھے

تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کیلئے

کتاب کھولتے تھے تو یہ مہجول جایا کرتے تھے کہ کل سبق کہاں تک

پڑھا تھا۔“

اپنے آباء و اجداد جو علم و فضل اور تقویٰ و دیانت میں مسلم الثبوت

تھے، کے مذہب کے خلاف رفع یدین کیا کرتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی کے ایما پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے

ذریعے پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، مولوی

اسمعیل دہلوی نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث

کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل

کرے گا اُسے شہید کا ثواب ملے گا۔

اس پر شاہ عبدالقادر نے فرمایا :-

” بابا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث

کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے

مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ (جس مسئلہ کے متعلق گفتگو

ہے) میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت

ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال (رفع یدین

لہ حیرت دہلوی، مرزا : حیات طیبہ ، ص ۳۹

نہ کرنا، بھی سنت ہے۔“ لک

اس جواب پر مولوی اسماعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشاور میں پٹھان علماء نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور شہید کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

آزاد روی اور دین سے بے نیوری یہاں تک برہمی کہ جب محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تصانیف مطالعہ سے گزریں تو دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو گئے اور ان افکار و نظریات کو اردو میں ڈھال کر تقویۃ الایمان کے نام سے فتنہ سعوام کے لئے پیش کر دیا، دونوں کی ہم آہنگی معلوم کرنے کے لئے سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی تصنیف سیف الجبار کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق راہِ راست وہ صحیح طریقہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین چلتے رہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے پوری کوشش کی کہ امت مسلمہ کا تعلق سلف صالحین اور بارگاہ رسالت سے منقطع کر دیا جائے اور جو مسلمان اس تعلق کا تحفظ کرنا چاہیں انہیں بدیہی سے کافر و مشرک قرار دے دیا جائے۔

آج اگر مسلمان اس ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں تو اسے ”فرقہ واریت“ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو شخص اپنے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کے تحفظ کی کوشش کرے وہ گردن زدنی قرار دیا جائے اور جو بیک جنبشِ قلم تمام امت مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دے ڈالے،

اللہ تعالیٰ، تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کی تنقیصِ شان کا ترکیب ہو، اس پر کوئی قدغن نہ ہو، اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر بغیرت ایمانی نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

محبوبانِ الہی کی شان میں تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارات پڑھنے سے پہلے دل پر ہاتھ رکھ کر صراطِ مستقیم کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے :

” صرف ہمت بسوئے شیخ و امثالِ اہل از معظمین گو جناب

رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاد

و خیر خود است “ لہ

(ترجمہ) شیخ اور اس جیسے بزرگ حضرات کی طرف توجہ لگا دینا اگرچہ

جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنے گدھے اور گائے کی صورت

میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے “

معاذ اللہ! تم معاذ اللہ! کیا ایسے کلمات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی اذیت کا سبب نہ ہوں گے؟ کیا ایسے نازیبا کلمات استعمال کرنا غضبِ الہی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ ارشادِ الہی ہے :

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ

اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا

مُهِينًا۔

” بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں

اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور آخرت میں

ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے “

لہ اسمعیل دہلوی : صراطِ مستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ، ص ۸۶

خدا و محبوبانِ خدا کی شان میں خوفناک عبارت

۱ : سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے
یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے لہ

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ہمیشہ غیب کا علم نہیں ہوتا، البتہ اس کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور دیگر صفات حقیقیہ قدیم ہیں، کبھی معدوم نہیں ہوتیں۔ اس عبارت میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث قرار دیا گیا ہے جو کھلم کھلا گمراہی ہے۔ "اللہ صاحب" کا استعمال بھی قابلِ توجہ ہے کیونکہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ یا اللہ جل مجدہ العظیم کہتے ہیں۔

۲ : یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے آگے چارہ سے زیادہ ذلیل ہے لہ

استغفر اللہ! ایک ہی جملے میں تمام انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی منہ بھر کر توہین کی گئی ہے کیا توحید کا یہی تقاضا ہے؟

۳ : دوسری جگہ تو اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ کہتا ہے :

"اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے

روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" لہ

لہ اسمیل دہلوی : تقویۃ الایمان (مرکبائل پرنٹنگ دہلی) ص ۲۳

لہ ایضاً : ص ۱۶

لہ ایضاً : ص ۶۳

جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ الہی کی بارگاہ میں اس قدر دریدہ دہنی کی جرات نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا الرَّسُوْلَ فَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَالْيَوْمَآءَ الْآخِرَةَ فَاُولٰٓئِكَ نَبِيٌّ مُّصَدِّقًا لِّمَا كُنْتُمْ اٰمِنُوْنَ

”اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے“

عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

”قرب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز فرمائے“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنہیں مقامِ محمود پر فائز فرمانے کا وعدہ

کرے اور جن کے طفیل دنیا و آخرت میں غلاموں کو بھی عزت عطا فرمائے اس ذاتِ

کریم کے بارے میں خدا کی پناہ ”ذرهٴ ناچیز سے بھی کمتر“ اور ”چار سے زیادہ ذلیل“

ایسے الفاظ استعمال کرنا ایسی جسارت ہے جس کا نتیجہ ایمان کی بردباری کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک موقع پر کہا تھا :

لَسِيْنٌ شَرٌّ جَعُنَّا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لِيُخْرِجَنَّا

الْاَعْزُدُ مِنْهَا الْاَذَلَّ -

”اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے

کو نکال دے گا۔“

تقویۃ الایمان میں اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کی گئی ہے۔ اس

نے ”اذل“ کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی ہے بہت ذلیل، اور تقویۃ الایمان

میں ”چار سے زیادہ ذلیل“ اور ”ذرهٴ ناچیز سے بھی کمتر“ کہا ہے، اس نے

صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

بارے ہیں وہ ناپاک الفاظ کے تھے اور تقویۃ الایمان میں تمام انبیاء، ملائکہ، صحابہ اور اولیاء کرام کے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ۵
 وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
 وہ شہید لیکن رنج و محنت کا وہ ذبیح تیغ خبیار ہے
 یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراطِ نثر
 جو شفیق کے دل میں گاو سخر، تونہ باں پہ چوڑھا چمار ہے
 وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود تو کسے بہتر
 اے تجھ کو کھائے تپ سقر، ترے دل میں کس سے بخار، ۱۵

۴ : " جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں
 خواہ قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں،
 نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔" (ص ۳)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جانوں کے لئے رحمت ہیں وما
 اس سلطک الا رحمة للعلیین، رب کائنات نے وعدہ فرمایا کہ
 اے حبیب! ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے ولسوف یعطیک
 ربک فترضنی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لئے ذریعہ مسخرت
 ہیں انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم
 من ذنبک وما تاخر " بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی
 تاکہ اللہ تمہارے سبب سے تمہارے اگلوں اور پھلوں کے گناہ بخشے " حدیث

۱۵ احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش، حصہ دوم، (مطبوعہ کراچی) ص ۵۸

شریعت میں ارشادِ ربانی ہے انا سنن ضعیف فی امتک ولا نسو رک
 ”ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تمہیں تکلیف نہیں
 گے“ قیامت کے روز جب تمام انبیاء نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے تمام
 انسانیت کی مشکل کشائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی فرمائیں گے جس کے
 دل میں رتی برابر ایمان ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے
 عذابِ جہنم سے نجات پائے گا۔ پہلی امتوں پر عام عذاب نازل ہوتا رہا لیکن یہ
 امت اپنے آقا کی برکت سے عام عذاب سے محفوظ رہی یہاں تک کہ کافر بھی
 عذاب سے پناہ میں رہے وما کان اللہ لیعد بہم و انت فیہم
 عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، اہل بدر کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔
 اس ذاتِ کریم، امام الانبیاء، محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا قبر اور آخرت میں میرے
 ساتھ کیا ہونے والا ہے، انتہائی شقاوت اور دین و ایمان سے بے بہرہ ہونے
 کی بٹن دلیل ہے۔

۵ : جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں لہ
 کیا کوئی کھلم کھلا غیر مسلم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اس طریقہ سے لے گا اور اس بے باکی سے ان کے
 اختیارات کی یکسر نفی کی جرأت کرے گا؟
 ۶ : سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول
 کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا لہ

لہ اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۷۷

لہ ایضاً : ص ۶۶

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں سے

سورج اٹھے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

۷ : جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سوان معنوں پر ہر پیغمبر
اپنی امت کا سردار ہے لہ

۸ : کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف
ہو سو ہی کر و سوان میں بھی اختصار ہی کر لہ

۹ : اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے
ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر انکو
اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری
کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں لہ

گویا ان لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اتنی ہی ہے
کہ اگر انبیاء و اولیاء کی تعریف و تعظیم عام انسانوں، گاؤں کے چودھری اور بڑے
بھائی سے زیادہ کر دی تو خدا کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔

جب تقویۃ الایمان کی تصریح کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور
جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑائی عطا کی وہ بڑا بھائی اور دوسرا چھوٹا بھائی ہوا تو یہ بھی
کہہ دینا چاہئے تھا کہ فرعون، ہامان اور ابوہبل سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز

لہ اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۷۲

لہ ایضاً : ص ۷۱ ، ۷۲

لہ ایضاً : ص ۹۸

اور ہمارے بھائی مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی، وہ چھوٹے بھائی ہوئے اور ہم ان کے بڑے، ظاہر ہے اس طرح کہنے سے اپنی انا کو ٹھیس پہنچی تھی جو کسی صورت گوارا نہیں، رسالت کی عظمت و تقدس مجروح ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔

۱۰ : حضرت قیس بن سعد مقام حیرہ تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے تھے، انہوں نے واپس آکر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اسے سجدہ کرو گے، عرض کیا نہیں، فرمایا پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔
یہ حدیث نقل کر کے اپنی طرف سے یہ اصنافہ کیا :-

” یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب

سجدہ کے لائق ہوں؟“

حالانکہ حدیث تشریف کے کسی جملہ کا یہ معنی نہیں اور نہ ہی حدیث سے یہ مطلب سمجھا آتا ہے، جو شخص قصدًا غلط بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے لئے صاف وعید ہے فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَ كَأْمِنِ النَّاسِ (وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے)۔

حدیث تشریف میں ہے :

إِنَّ اللَّهَ حَدَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ
أَجْسَادَ الْإِنْسِيَاءِ

۱۵ اسمیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۶۹

۱۶ سلیمان بن الأشعث، البوداؤد، امام : سنن البوداؤد (کراچی) ج ۲ ، ص ۱۵۸

۱۷ ابن تیم : جلاء الافہام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۶۳

”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمایا کہ انبیاء کے اجساد مبارکہ کو کھائے۔“

پھر کس قدر جرأت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“ اور ستم یہ کہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان قرار دیا جائے۔

تقویۃ الایمان میں متعدد مقامات پر وہ آیات، انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کی گئی ہیں جو بتوں کے بارے میں وارد تھیں، اسی لئے حضرت پیر سید مر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

”الحاصل ما بین اصنام و ارواح کمل فرقیست بین و انبیاء زلیست باہر، پس آیات واردہ فی حق الاصنام را برا نبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم جمعین حمل نمودن کما فی تقویۃ الایمان تخریفی است قبیح و تخریبی است شنیع“ ۱

الحاصل بتوں اور کاپلین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے لہذا بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرنا جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تخریف اور بدترین تخریف ہے۔

مذکورہ بالا عبارات میں تاویل و توجیہ سے بات بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، خرد مولوی اسمعیل دہوی نے کہا ہے :

”یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معما اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں“ ۲

۱۔ مر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر سید : اعلا کلمۃ اللہ ، ص ۱۷۱

۲۔ اسمعیل دہوی : تقویۃ الایمان ، ص ۶۴

مولوی حسین احمد مدنی نے لکھا ہے :

” حضرت مولانا گنگوہی ----- فرماتے ہیں کہ جو الفاظ

موتم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے

نیتِ حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے“ لہ

غرض یہ کہ جسے اپنا دین و ایمان عزیز ہوا سے ان لوگوں سے دور

اور الگ رہنا چاہئے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدر بزرگ حضرت شاہ احمد سعید

نقشبندی مجددی قدس سرہ کا ارشاد ملاحظہ ہو، بیان کرنے والے ہیں ان کے

فرزندِ گرامی حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

ولم یذکر احدًا بالسور الا الفارقة الضالة

الوهابیة لتحذیر الناس من قباحتها فالهم

واقوالہم لہ

پھر اسی صفحہ پر چاشمیہ میں لکھتے ہیں :-

وكان قدس سرہ يقول ادنى ضرر صحبتهم

ان محبة النبي صلى الله عليه وسلم التي هي

من اعظم اسرار الايمان تنقص ساعة فساعة

حتى لا يبقى منها غير الاسم والرسوم فكيف

يكون اعلاها فالحذر الحذر عن صحبتهم

ثم الحذر الحذر عن رؤيتهم اذ فاحفظه (منہ)

۱۷ حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب ، ص ۵۷

۱۸ محمد مظہر مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ : المناقب احمدیہ والمقامات السعیدیہ (مطبوعہ قرآن ۱۸۹۶ء) ص ۱۷۶

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے سوائے وہابیہ کے گمراہ فرقہ کے، تاکہ لوگوں کو ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے ڈرائیں، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کے بڑے ارکان میں سے ہے، لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نام و نشان کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا، جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا؟ لہذا ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور بالضرور اجتناب کرو۔

امت مسلمہ تقویۃ الایمانی شریکات اور بت کز میں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے زمانہ تک
متحدہ پاک و ہند میں دو ہی گروہ تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، لیکن اسمعیل دہلوی
نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بے دھڑک امت مسلمہ
کو کافر و مشرک قرار دیا اور وہابیت کا ایسا فتنہ چھوڑا جو آج تک تفریق و انتشار
کا سبب بن رہا ہے۔

مولوی اسمعیل دہلوی کے عام سوانح نگار۔ ماننے سے گریزاں دکھائی دیتے
ہیں کہ انہوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کی ہے لیکن نواب وحید الزمان
(غیر مقلد) بڑی صفائی سے اس کا اعتراف کر گئے ہیں، ہدیۃ المہمدی میں
لکھتے ہیں :-

” ہمارے بعض متاخرین بھائیوں نے مشرک کے بارے
میں بہت شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا
ہے اور مکروہ یا حرام امور کو مشرک قرار دے دیا ہے۔“ (ترجمہ علی عباس)
پھر اس کے حاشیہ میں بنایا کہ وہ کون لوگ ہیں :-

” وہ شیخ عبدالوہاب ہیں جنہوں نے ان امور کو مشرک قرار دیا
جیسا کہ اہل مکہ کی طرف ارسال کردہ اس کے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ
کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے اور مولانا اسمعیل شہید نے تقویۃ الایمان

میں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے۔" لہ

تقویۃ الایمانی شرک و کفر کے چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور تلاش کریں کہ دنیا میں کون سا خوش نصیب ہے جو ان کی زد میں نہیں آتا۔

"اول سنا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں" (ص ۵)

یعنی جب تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی گئی، اکثر لوگ (مسلمان) مشرک تھے اور توحید نایاب تھی، اب ذرا اس شرک کی تفصیل بھی دیکھئے :-

"مشکل کے وقت پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور

فرشتوں کو پکارنا شرک، ان سے مرادیں مانگنا شرک، ان کی منتیں مانگنا شرک، حاجت برآری کے لئے ان کی تذر و نیاز شرک، بلا کے

ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کی نسبت ان کی طرف کرنا شرک،

عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین

نام رکھنا شرک" (مخلصاً) (ص ۵)

صاحب تقویۃ الایمان کو مسلمانوں کی یہ وضاحت بھی مطمئن نہیں کرتی

کہ ہم ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے، ہم نہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ

اور مخلوق سمجھتے ہیں، یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں، ان کے

ملنے سے خدا ملتا ہے، اس قسم کی وضاحت کو یہ کہہ کر کہ "اسی طرح کی خرافاتیں

بکتے ہیں" (ص ۶) رد کر دیتا ہے۔

ارشادِ الہی وَ یَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ
وَلَا یَنْفَعُهُمْ الْاٰیۃُ نَقْل کر کے کہتا ہے :-

” یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی شرک

ہوتا ہے“ (ص ۷)

حالانکہ یہ آیت صراحتاً ان لوگوں (مشرکوں اور کافروں) کے بارے میں ہے جو اللہ
مٰلے کے ماسوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی مسلمان کسی مخلوق کی عبادت
اپوجا نہیں کرتا، صاف پتا چلتا ہے کہ دہلوی نے تمام مسلمانوں ہی کو پہلے کافر اور
مشرک قرار دے رکھا ہے، پھر جتنی آیات کافروں کے بارے میں وارد ہیں، مسلمانوں
پر چسپاں کر دی ہیں ورنہ قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مقبولانِ بارگاہِ
الہی کو سفارشی ماننے والا کافر ہے۔

” جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (پکارنا، منت ماننا، نذر و نیاز کرنا،

وکیل اور سفارشی ماننا) کرے، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے،

سوا البہل اور وہ شرک میں برابر ہے“ (ص ۸)

” پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ

کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا

ہے“ (ص ۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم و قدرت ماننا بھی شرک ہے، اب خود ہی سوچئے کہ
اٰتِیْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا اَوْ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا، بزرگانِ دین کا غلاف پکڑ کر دعا مانگنا
شرک اور گرد و روشنی کرنا شرک، مجاور بن کر خدمت کرنا مثلاً جھاڑو دینا شرک، روشنی
کرنا شرک، فرش بچھانا شرک، پانی پلانا شرک، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان

درست کرنا شرک (ص ۱۱)

” پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“ (ص ۱۲)

” یہ کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، شرک، کسی کو دانا کہنا شرک، کسی کو شہنشاہ کہنا شرک۔“ (ص ۱۲)

تقویۃ الایمان کے مطابق موجد بن جائیے پھر چاہے فرعون ہا مان بلکہ شیطان جتنے گناہ بھی کر لیجئے، سب معاف بلکہ گناہوں کے مطابق رحمت ملے گی چلو چھٹی ہوئی :-

” اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی اس دنیا میں تھا اور ہا مان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے پھر یوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخش کرے گا۔“ (ص ۲۲)

” یہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی بناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے۔۔۔۔۔ یہ بات غلط ہے اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔“ (ص ۲۴)

گو یاد دور سے پکارنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ منحصر ہے اور یہ اسی وقت ہوگا

جب اللہ تعالیٰ کو دور مانا جائے گا، مقبولانِ بارگاہِ الہی کو دور سے پکارا تو شرک
لازم آئے گا، معاذ اللہ!

حسنِ حصین میں حدیث ہے :-

وَإِنْ أَسْرَادَعُونَا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي
يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعِينُونِي۔

” اگر مدد طلب کرے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو،

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔“

نواب قطب الدین ظفر جلیل شرح حسنِ حصین میں لکھتے ہیں :-

” میرک شاہ نے بعض علماءِ ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ

حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ

سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں۔“

تقویۃ الایمان کے مطابق اس حدیث پر نہ صرف پکارنے کے اعتبار سے

بلکہ مانگنے کے اعتبار سے بھی شرک کا حکم عائد ہوگا، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

” سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا

وکیل سمجھ کر اس کو ملنے سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ

اللہ کی برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے۔“

(ص ۳۲)

مشرک گری کا شوق کس قدر شدید ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کے لئے

جہان میں تصرف ثابت کرے یا کسی کو اپنا وکیل مانے اس پر شرک کا فتوے جاری

۱۔ قطب الدین، نواب : ظفر جلیل، مطبع عبدالغفور شاہجہان آبادی، ص ۲۰۲ (بحوالہ اطیب البیان)

کر دیا جائے گا اگرچہ وہ اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ جانے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے: **فَالْمُتَاتِ بِرَاتِ أَمْرًا** "قسم ہے ان فرشتوں کی جو امورِ عالم کا انتظام کرنے والے ہیں" قرآن پاک کے مطابق بنی اسرائیل عرض کرتے ہیں: **يٰمُوسٰى اذْعُرْ لَنَا سَبَلَك** "اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے"

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق انبیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور سرورِ عالم محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ بارگاہِ الہی میں باری شفاعت کیجئے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے جس میں ہم مبتلا ہیں، یہ وکالت نہیں تو اور کیا ہے؟ تقویۃ الایمان کے مطابق تو قرآن و حدیث پر بھی شرک کا الزام آئے گا اور جب قرآن و حدیث ہی اس الزام سے بری نہ ہوتے تو اور کسی کے لئے کہاں گنجائش ہوگی؟

صفحہ ۳۵ سے ۳۷ تک شفاعت کا کھلم کھلا انکار کیا ہے جس کی تفصیل آپ تحقیق الفتویٰ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔
ملف صالحین سے برگشتہ کرنے کے لئے لکھا ہے :-

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اس کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے" (ص ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فَسَلُّوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

” اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو“

اب سوال یہ ہے کہ اہل علم کے قول پر اعتماد کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر اعتماد نہیں تو پوچھنے کا کیا فائدہ؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عبث کا حکم دیتا ہے؟ اور اگر ان کے قول پر اعتماد کیا جائے تو تقویۃ الایمان کے مطابق شرک ٹھہرے گا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل ہو تو کیونکر؟ یہ بات پیش نظر ہے کہ کوئی ایماندار عالم کتاب و سنت کے مقابل قول کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا وہ وہی حکم لکھے گا جو خدا و رسول کا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ فاطحہ میں ہمیں دعائے مانگنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے اللہ! ہمیں راہِ راست کی ہدایت عطا فرما، چونکہ ہر گمراہ اور غلط کار یہ کہتا ہے کہ جس راہ پر میں چل رہا ہوں وہی راہِ راست ہے، اس لئے صراطِ مستقیم کی نشانی یہ بیان فرمادی صراط الذین انعمت علیہم یعنی جو شخص انعام یافتہ حضرات (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کی راہ اختیار کرے گا وہ راہِ راست پر ہے اور جو ان کی راہ سے برگشتہ ہو غلط کار اور گمراہ ہے، مگر مولوی اسمعیل کو اصرار ہے کہ کسی کی راہ درست کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا شرک ہے،

ع۔ بہ ہیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

معاذ سلف صالحین تک ہی نہیں رہ جاتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو واجب الاطاعت ماننا بھی شرک قرار دیا ہے :

” یا خود پیغمبری کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے، ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات انکی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر خیر دینے والا ہے۔“ (ص ۴۷)

ارشادِ ربانی ہے **اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ** اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر رسول کے حکم کی اطاعت لازم نہیں ہے تو **واطيعوا الرسول** کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

حضرت اقرع بن حابس نے پوچھا کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، جب انہوں نے دوسری اور تیسری بار یہی سوال کیا تو فرمایا **لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ** اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔ مولوی اسمعیل دہلوی کا تلمذ دیکھئے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے کوئی بات واجب ہو جاتی ہے تو دہلوی کے نزدیک شرک واجب ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اشیاء جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا حکم فرمادیں تو واجب اور اگر منع فرمادیں تو ممنوع، **مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا**۔

علامہ شرف الدین بوسیری قدس سرہ فرماتے ہیں **ه**
نَبِيُّنَا الْأَمِيرُ السَّاهِي فَلَا أَحَدٌ
أَبَى فِي قَوْلِ لَامِينَهُ وَلَا نَعَه

”ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دینے والے، منع فرمانیوالے ہیں، کوئی شخص نغم اور لا (ہاں اور نہیں) کہنے میں آپ سے سچا نہیں ہو سکتا“

امت مسلمہ کو جس بے دردی سے مشرک قرار دیا ہے وہ بڑا ہی خوفناک انداز ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دیوانہ یا سویا ہوا آدمی جو واہی تباہی منہ میں آتا ہے کہے جاتا ہے، ملاحظہ ہو :-

” اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے تھکان پر جانا اور دور سے

قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میڈے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھانس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی، یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے“ (ص ۴۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی قبر بھی ہے جہاں دور سے قصد کر کے جانا چاہئے اور اس کا طواف کرنا چاہئے کیونکہ بقول تقویۃ الایمان یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے۔

ان امور پر تفصیلاً گفتگو تو صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی تصنیف لطیف اطیب البیان میں کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

” میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، خبردار! تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے“

لیکن تقویۃ الایمان کے مطابق قبر پر جانا شرک ہے، خاص طور پر روضہ مبارکہ کی زیارت کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے مَنْ بَشَّ حَجَّهٖ وَ لَمْ يَذُرْ نِيَّ فَقَدْ جَفَانِيْ جِسْنِیْ جس نے حج کیا اور میری زیارت کی اس نے مجھ پر ظلم کیا، تقویۃ الایمان کی رو سے دور سے قصد کر کے جانا شرک ہے۔

طوافِ قبر کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد ملاحظہ ہو :-
 ” بعدہ ہفت کرت طواف کند، دران تکبیر بخواند و آغاز از راست
 بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ ہند و بیاید نزدیک روئے میت
 بنشیند بگوید یارب، بست و یک بار “

(الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ)

تقویۃ الایمانی دین کے مطابق حضرت شاہ صاحب مشرک ٹھہرے
 کہ وہ طوافِ قبر کا حکم دے رہے ہیں کہ دائیں جانب سے شروع کرے،
 سات چکر لگائے، ان تکبیر کہے، میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے
 پھر میت کے چہرے کے سامنے آکر ۲۱ مرتبہ یارب کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةِ
 أَنْ يَطْعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۹)

” میں نے بڑھاپے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان حصہ

کو حرام کرنا ہوں، اس کے درختوں کا کاٹنا اور اس کا شکار کرنا۔“

اسی کو تقویۃ الایمان میں مشرک قرار دیا گیا ہے۔

تذکیر الاخوان، تقویۃ الایمان کا دوسرا حصہ عربی میں تھا، مولوی اسماعیل

دہلوی کا ارادہ تھا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے لیکن مہلت نہ ملی، اس کے مرید

محمد سلطان نے اردو ترجمہ کیا، اس میں جن امور کو بدعت اور گمراہی قرار دیا ہے

ان کی فہرست طویل ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

” پھران میں کوئی قادری، کوئی سہروردی، کوئی نقشبندی، کوئی چشتی

بنے، حکم بھی ہے کہ سب مل کر قرآن و حدیث پر عمل کرو اور سنت
کے طریقے کے موافق مسلمان رہو اور یہود و نصاریٰ کی طرح کئی
فرقے مت بوجاؤ۔“ (ص ۷۹)

یعنی حشٹی، نقشبندی، قادری اور سہروردی بننا، یہود و نصاریٰ
کی تفرقہ بازی کی طرح ہے۔

نئے نئے فرقوں اور بدعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا :-
” ایک فرقے نے گوتہ نشینی اور ترک امر بالمعروف و نہی عن
المنکر اختیار کر کے شغل بربذخ (تصویر شیخ) اور نماز معکوس اور ختم
اور توشے اور طرح طرح کے درود و وظیفہ اور فالنامے اور گنڈے
تعوید اور اُتارے اور حاضرانیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور
باجہ راگ سننا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلاتے، پھر
کسی نے آپ کو حشٹی مقررہ کیا اور کسی نے قادری اور کسی نے نقشبندی
کسی نے سہروردی، کسی نے رفاعی ٹھہرایا۔“ (ص ۸۱)

تقویۃ الایمان کے مطابق تمام سلاسل کے مشائخ اور مریدین بدعتی ٹھہرے۔
” شادی میں سہرا بانا دھنا، عید میں بغلگیر ہو کر بلنا، شہرات میں
روشنی کرنا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی مردوں کی کرنا، نشان قدم
رسول وغیرہ کی تعظیمیں کرنا، یہ سب ہندوؤں کی اور اپنے عالموں اور
مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی ایجادی بات کو خدا اور رسول
کے فرمودے کے برابر سمجھنا اور اس کی تحقیق نہ کرنا۔“ (مخلصاً ص ۸۲)

لڑکھاپیہ ہونے پر چھٹی کرنا، بسم اللہ کے واسطے چار برس اور
چار مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی محفل کرنا، بیع الاول میں لودی

محل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے
 کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، شعبان میں حلو اچکانا، ثوال
 میں عید کے روز سوتیاں پکانا اور بعد نماز عیدین بغلیہ ہو کر ملنا یا مٹھا
 کرنا اور ذیقعدہ کے مہینے میں نکاح کرنا، کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا اور
 قبر میں قل کے ڈھیلے رکھنا اور شجرہ رکھنا اور تیجہ دسواں چالیسواں
 اور چھ ماہی اور برسی عرس مردوں کے کرنا اور اسقاط مروجہ کرنا،
 حافظوں کو قبروں پر بٹلانا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے
 بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا اور ورد ناد علی اور
 ختم بزرگوں کے نام کے اور مقلد کے حق میں تقلید ہی کافی جاننا

(ص ۸۶ تا ۸۸)

(مختصاً)

غرض یہ کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عامۃ المسلمین کو
 مشرک اور بدعتی قرار دے کر ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی گئی۔ ہمسلا و مشرک ساز
 کاجنوں اس حد تک پہنچا کہ جو نظر کے سامنے آیا اسے مشرک قرار دے دیا،
 یہ بھی مشرک وہ بھی مشرک، تم بھی مشرک اور میں بھی مشرک، تقویۃ الایمان
 کے مطابق مولوی اسمعیل دہلوی سمیت دنیا کے تمام افراد مشرک ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے دہلوی صاحب نے ایک حدیث
 نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھونگا
 جو ہر اس شخص کو قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا، وہی
 لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کچھ خیر نہ ہوگی تو وہ اپنے آباؤ کے دین کی طرف
 لوٹ جائیں گے۔

اس کے بعد مولوی اسمعیل دہلوی نے بے فائدہ ایک فائدہ کا اضافہ

کرتے ہوئے لکھا :-

” اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا“ (ص ۵۰)

لیجئے وہ ہوا (دہلوی کی قسمت کے لئے) چل چکی اور دنیا میں کوئی ایسا

شخص باقی نہیں رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، تو خود مولوی

اسماعیل دہلوی کا کیا حال ہوگا؟

حضرت علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :-

نَقَطَعُ بِتَكْفِيرِ كُلِّ قَاسِلٍ قَوْلًا يَتَوَصَّلُ

بِإِلَى تَضَلِيلِ الْأُمَّةِ -

” جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے

کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے“ لہ

چونکہ تقویۃ الایمان میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا تھا

اس لئے علماء اہل سنت نے سختی سے اس کا نوٹس لیا یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی نے بھی اس سے برارت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ مولانا محمد مخصوص اللہ،

مولانا محمد مونس، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین آزادہ، شاہ

فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالحمید ہالوی اور شاہ فضل رسول ہالوی قدس سرہم

ایسے اکابر معاصرین نے تقریر و تحریر کے ذریعے ردِ بلیغ کیا۔ کچھ لوگوں نے ان نظریات

کو اپنا کر حمایت کا راستہ اختیار کیا، پھر فریقین میں وہ معرکہ آرائی ہوئی کہ پورا ہند

میدانِ کارزار دکھائی دینے لگا۔

کیا کوئی ذی ہوش یہ فارمولہ تسلیم کر لے گا کہ چونکہ لڑائی بھڑائی کے بعد خود
مصالحت ہو جائے گی اس لئے افتراق کا بیج بونا چاہئے، یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی
شخص کو اس توفیق پر نہ ہر دے دیا جائے کہ خود الٹ پلٹ ہونے کے بعد صحیح
ہو جائے گا، کاش کہ مولوی اسماعیل دہلوی یہ کتاب لکھ کر شیرازہ امت کو بکھیرنے
کا سبب نہ بنتا۔

مجاہد اسلام مولانا حسین علی بن سعید مدظلہ کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت
کی برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال فرمائے کہ انہوں نے مکتبہ الشیخ، استنبول،
ترکی سے اہل سنت و جماعت کی حمایت اور وہابیت کے رد میں بے انداز
لٹریچر شائع کر کے بین الاقوامی سطح پر مہفت تقسیم کیا ہے، ان کی کوششیں پیران گرائی
مشائخ عظام اور علماء دین کے لئے بہترین مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم سب
عزت و عافیت مسکب اہل سنت کی بقا سے وابستہ ہیں اس لئے مسکب
اہل سنت و جماعت کا تحفظ اور اس کی اشاعت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے۔

تحقیق الفتوے فی ابطال الطغون

مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵ محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان لکھی، کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیرآبادی کی خدمت میں پیش کی جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں تحقیق الفتوے فی ابطال الطغونے (سرکشی کے ابطال میں فتوے کی تحقیق) لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا۔

تقویۃ الایمان (مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی) کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک مسئلہ شفاعت پر گفتگو کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

شفاعت کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) شفاعتِ وجاہت، مثلاً بادشاہ کے پاس کسی مقتدر وزیر نے ایک مجرم کی سفارش کی، بادشاہ اس خطرے کے پیش نظر اس کی سفارش مان لیتا ہے کہ نہ ماننے کی صورت میں وزیر ناراض ہو جائے گا اور نظام مملکت میں خلل پڑ جائے گا۔ اس اعتبار سے بارگاہِ الہی میں شفاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی بھی بزرگ شخصیت کو بارگاہِ الہی میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

” اس شہنشاہ کی تویہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے “ (ص ۳۵)

۲ : شفاعت بالمحبت : مثلاً بادشاہ کا محبوب سفارش کرے اور بادشاہ اس کی

سفارش اس لئے قبول کر لے کہ کہیں محبوب رُوٹھ نہ جائے اور اس کے رُوٹھنے سے مجھے رنج لاحق نہ ہو۔ یہ شفاعت بھی بارگاہِ الہی میں نہیں ہو سکتی۔

۳ : شفاعت بالاذن : مثلاً چور گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوتا ہے

وہ ہمیشہ کا چور نہیں ہے، اپنے کئے پر نادم ہے اور کسی امیر و وزیر کی پناہ

نہیں لیتا، بادشاہ اسے معاف کرنا چاہتا ہے لیکن آئین بادشاہت کا

خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکتا، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی

پاکر اس تفصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے

کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تفصیر معاف کر دیتا ہے

سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی

شفاعت کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے، سو اس کے معنی یہی ہیں (مخلصاً)

چونکہ قرآن و حدیث سے انبیار و اولیاء کی شفاعت ثابت ہے

اس لئے پہلی دو قسموں کا کھلم کھلا انکار کیا اور تیسری قسم کے انکار میں جیدہ بانہ سے

کام لیا کیونکہ تقویۃ الایمان کے مطابق تیسری قسم میں محض بظاہر شفاعت ہے،

درحقیقت اللہ تعالیٰ خود مجرم کو معاف کرنا چاہے گا لیکن آئین بادشاہت کا خیال

کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکے گا اس لئے نبی اور ولی، اللہ تعالیٰ کا منشا

معلوم کر کے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ برائے نام اس شفاعت کو قبول

کر کے از خود مجرم کو معاف کر دے گا۔

دیکھا آپ نے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت کیا کہ بے سبب

درگزر نہیں کر سکے گا اور کس عیاری سے انبیار و اولیاء سے شفاعت کی اس قسم

کی بھی نفی کر دی۔

سائل نے یہ عبارت نقل کر کے علامہ فضل حق خیر آبادی سے درج ذیل امور دریافت کئے :-

(۱) یہ قول حق ہے باطل؟

(۲) یہ کلام حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام تنقیصِ شان ہے تو اس قائل کا شرعی طور پر کیا حکم ہے؟

حضرت علامہ نے جواب کو چار مقامات پر تقسیم کیا ہے :-
 پہلا مقام : شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام اور بالخصوص سید الشافعیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔

دوسرا مقام : قائل مذکور کے کلام کا ابطال۔

تیسرا مقام : یہ کلام حضور سید المقربین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

چوتھا مقام : علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرم کے ترک کا حکم۔
 ہر مقام میں عقلی و نقلی دلائل تفصیل سے بیان کئے اور آخر میں سوال مذکور کے ہر جز کا جواب بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) یہ کلام سراپا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ اس میں گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کا انکار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کی شفاعت و جاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی ہے اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے مقام میں بیان ہوا۔

(۲) بے شک اس کا یہ کلام حضرت محبوب رب العالمین تمام انبیاء، ملائکہ

اور اولیاءِ کرام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے جیسا کہ تیسرے مقام میں بیان ہوا۔
 (۳) اس بے فائدہ کلام کا قائل شریعتِ مبارکہ کی رو سے بلاشبہ کافر و بدین
 ہے، ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔
 یہ فتوے بعد کے علماء کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا اور اکابر علماء
 نے بطور حوالہ اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

”مولوی فضل حق خیر آبادی نے (جزاہ اللہ خیراً) کہ علم و فضل
 میں مولوی اسمعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ
 اپنے والد ماجد سے کہ یگانہ عصر تھے، حاصل کئے، مولوی اسمعیل
 کے روبرو ان کا رد و ابطال کیا اور تکفیر کی، نوبت تحریر کی آئی، مسئلہ
 شفاعت میں مولوی اسمعیل نے حرکت مذہبی کچھ جواب میں کی، آخر کو
 عاجز و ساکت ہو گئے اور تحقیق الفتوے فی رد اہل الطغویٰ کمال
 شرح و بسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا،“ لہ
 اس کے بعد تحقیق الفتوے کے آخر سے فتوے کا خلاصہ نقل
 کیا اور بعد میں فرمایا :-

”مہریں و دستخط اکثر علماء کی اس پر ثبت ہوئیں،“ لہ

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی (جنہوں نے اردو میں اسلام کی
 گیارہ کتابیں لکھیں اور بے شمار خلقِ خدا ان کے استفادہ ہوئی) نے بحر الحقیقت

لہ شاہ فضل رسول بدایونی : سیف الجبار (مکتبہ ضویہ، لاہور ۱۹۷۳ء) ص ۸۵ - ۸۶

لہ ایضاً : ص ۸۸

(مطبع محبوبی، دہلی ۱۰۶۶ھ ص ۱۲) کے حوالہ سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا ہے اور خلاصہ نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں :-

” یہ آج کی بات نہیں بلکہ ایسے مباحثے و مذاکرہ مصنف

تقویۃ الایمان سے دہلی میں علماء و فضلاء اہل سنت و جماعت نے کئے تھے اور اس وقت مصنف مذکور مغلوب ہو گیا تھا لیکن

اب ہوائے نفسانی کو کام فرما کر اپنی عادت سے باز نہ آیا، اس پر کسی فتوے تکفیر کے باعث تصنیف کتاب مذکورہ کے تحریر یہ

ہوئے ” لہ

فتوے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

” اور اکثر علماء شاہ جہان آباد کی مہر میں اس پر ثبت ہیں ” لہ

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ ”

گرفت فرماتے ہوئے مسئلہ امتناع النظر پر بھی بحث کی تھی کہ اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے اور اس پر ایک دلیل یہ دی کہ :-

” اگر ایجاد اور تکوین کا تعلق اوصافِ کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کے ساتھ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کے

جھوٹ کا صحیح ہونا لازم آئے گا کیونکہ اوصافِ کاملہ میں حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر اور آپ کا مہر اوی نبی ہی ہو گا اور حضور

لہ غلام قادر بھروی، امام علامہ : اسلام کی آٹھویں کتاب (جے ایس سنت سنگھ لاہور ۱۹۳۹ء) ص ۵-۴

کی بھی تقلید نہ کی جاوے جیسا اپنے زعم میں آوے، گو آیاتِ قطعیہ اور جمہورِ عقلاء کے مخالف ہو، درست ہے جیسے مولوی اسماعیل صاحب نے کذب کا امکان کلامِ ربانی میں مخالفت اولہ نقلیہ و عقلیہ کے جائز رکھا، کرمِ متبعین مورداً یہِ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ کے ہوئے، لہ

البتہ مولوی محمد لدھیانوی نے مسئلہ امتناعِ النظر میں شاہِ فضلِ حق خیر آبادی کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے :

”مولوی فضلِ حق صاحب اور متبعین ان کے مثل مولوی غلام دستگیر صاحب قسوری وغیرہ نظیر خاتم النبیین کو ممتنع بالذات قرار دینے میں سخت غلطی پر ہیں، دلائل عقلیہ و تالیہ بالکل ان کے مخالف ہیں“ لہ

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی کوئی تصنیف مولوی محمد لدھیانوی کے سامنے نہیں تھی اس لئے علامہ کی کسی دلیل کو نقل کر کے اس کا جواب نہیں دیا۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے رد میں اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے ہیں جو سبحان السبوح میں چھپ چکے ہیں، آج تک بفضلہ تعالیٰ کسی کو ان کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔

مولوی محمد : تقدیس الرحمن ، ص ۸ - ۷

۷۲ ایضاً : ، ص ۱۳

مولانا احمد حسن کانپوری نے رسالہ مبارکہ تنزیہ الرحمن عن شائبة
الکذب والنقصان لکھا اور اس میں منظرہ بہاولپور کے دیوبندی استدلال
 پر بھی کلام کیا ہے

مولوی محمود حسن دیوبندی نے اس کے جواب میں الجہد المقل
 لکھی جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ کا امکان ثابت کرتے کرتے
 تمام افعال قبیحہ قدرتِ باری تعالیٰ کے تحت داخل ہونے کا اعتراف کر گئے
 ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں :-

” افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ مقدورِ باری جملہ اہل حق
 تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اون (ان) کے صدور میں ہے
 نفس مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی “
 چند سطور کے بعد لکھتا ہے :-

” بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہبِ
 اہل سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر ان کے تحقق و فعلیت
 صدور کے کبھی نوبت نہیں آسکتی “

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے الصمصام القاضی لرأس
المفتزی علی اللہ الکذب اور مولانا مفتی محمد عبدالشہد ٹونکی نے عجالة الراكب
 فی امتناع کذب الواجب لکھ کر عقیدہ اسکانِ کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔
 حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے ۱۹ محرم ۱۳۳۱ھ /

لے محمود احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرہ علمائے اہل سنت (مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ) ص ۲۸

لے محمود حسن دیوبندی : الجہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ) ج ۱، ص ۳۱

۱۹۱۲ء کو انجمن نسوانیہ، لاہور کے چھپیوں سالانہ جلسہ میں تقریر فرمائی، مشہور
 محدث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے،
 حضرت نے اپنے خطبہ میں مسئلہ امتناع نظیر اس عمدگی سے بیان کیا کہ اہل علم
 عَشَّ عَشَّ کَرَّ اُحْطَّ، فرمایا :-

واول ظهوراتہ حین الرحمن علی
 العرش استوی، ثانی شیوناتہ المبتشر بہا
 امرسلنک الامر حمة للعلمین کما ان اخر
 اخر رحماتہ (ینبغی ان یکون کما انہ اخر
 رحماتہ) اذا ما یشفع عندہ الا باذنہ
 اول اذناتہ، فهو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اول ما خلق اللہ نوره کما ان اخر بخاتم
 النبیین ظہورہ و من ہنا امتنع مثله و
 نظیرہ، فان الاول لیس بثنان و کما ان الثانی
 لیس باول، فامتناع شریک الباری عز
 اسمہ من ذاتہ کما ان عدم امکان نظیرہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من حیث بعض صفاتہ
 فظاہران المقدورات غیر محیطہ بالمعلومات
 فاتضح الامر باوضح الدلالات بغير مدخل
 مسئلتا مکان الکذب و امتناع اللہ امرنا حقیقتہ
 الاشیاء کما ہی لہ

لہ فیض احمد، مولانا : مہرینیر ، ص ۶۴

” اس کا پہلا ظہور الرحمن علی العرش استنوی کے وقت تھا، اس کی دوسری شان وہ ہے جس کی بشارت و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین میں دی گئی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی آخری رحمت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جنہیں سب سے پہلے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسے کہ خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہے، اس بنا پر آپ کی مثل اور نظیر ممتنع ہے کیونکہ اول ثانی نہیں ہو سکتا جیسے کہ ثانی اول نہیں ہو سکتا، شریک الباری، ذات الہی کے اعتبار سے ممتنع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر آپ کے بعض اوصاف کے اعتبار سے ممتنع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام معلومات، قدرت کے تحت داخل نہیں (واجب اور ممتنع، معلوم ہیں لیکن قدرت کے تحت داخل نہیں) مسئلہ امکان کذب اور امتناع کذب کو دخل دئے بغیر مسئلہ (امتناع نظیر) نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا، اے اللہ! ہمیں اشبار کی حقیقت واقعیہ دکھا۔“

سیف الجبار کے حوالہ سے اس سے قبل بیان ہو چکا ہے کہ

علامہ فضل حق خیر آبادی کا مولوی اسمعیل دہلوی سے تحریری مناظرہ بھی ہوا رہا جس میں مولوی اسمعیل دہلوی عاجز و ساکت ہوئے، تحقیق القتولے کے جواب مولوی اسمعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونگی نے ایک رسالہ لکھا جس کے رد میں حضرت علامہ نے امتناع النظر ایسی شہرہ آفاق کتاب فارسی میں لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ بن سکا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف

بہاری سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی کوشش سے اقلیتوں کے
ایک دفعہ چھپی، کوئی صاحب ہمت اگر اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کرے
تو یہ بڑی علمی و دینی خدمت ہوگی۔

تحقیق الفتویٰ، مسئلہ شفاعت پر بے نظیر کتاب ہے اس میں
اگر مباحث ہیں تو اہل محبت کے لئے فضائل و مناقب کا خاصا ذخیرہ بھی موجود
ہے، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہ صرف منطق و حکمت
اور ادب عربی پر ہی کامل دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ علوم دینیہ تفسیر،
حدیث اور اصول فقہ میں بھی گہری نظر رکھتے تھے، بلاشبہ یہ کتاب باب
نظر اور اہل محبت کے لئے ارمغانِ عظیم ہے۔ اصل کتاب چونکہ فارسی زبان
میں تھی اس لئے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔
ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب اس سے پہلے نہیں چھپی
حیرت کی بات ہے کہ اتنی اہم کتاب ایک سو ساٹھ سال تک منظر عام پر
نہ آسکی جب کہ تقویۃ الایمان کے بیسیوں ایڈیشن چھپ گئے، دراصل
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار علماء
اہل سنت ہوئے۔

انگریزوں کی نظر میں قابلِ غتاب اہل سنت ہی تھے، پھر جب پریس
پر ہندوؤں کا اثر و نفوذ بڑھا تو بھی ان کے قہر و غضب کا ہدف علماء اہل سنت
ہی تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لٹریچر کی اشاعت کے میدان میں وہ کام نہ ہو سکا جو
ہونا چاہئے تھا اگرچہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اہل سنت نے بڑا کام
کیا لیکن اس کی خاطر خواہ اشاعت نہ ہو سکی، گھٹن زدہ ماحول میں اشاعتی
ادارے بھی کچھ زیادہ قائم نہ ہو سکے، اسی سبب سے اہل سنت کا لٹریچر ضرورت

کے مطابق دستیاب نہ ہونا تھا، اب مجھ نے پاکستان میں متعدد دانشمندی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور ان کی طرف سے بڑی مقدار میں لٹریچر سامنے آ رہا ہے۔ یہ ادارے اگر منظم طریقے پر کام کریں تو ان کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق الفتویٰ کا ایک مخطوطہ مولانا عبدالقادر شہید بانی جامعہ قادریہ فیصل آباد کے پاس تھا۔ برادرِ محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ آستانہ عالیہ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد حسینی قادری قدس سرہ نے ۱۹۵۸ء میں ان سے لے کر نقل کیا۔

مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ کی معرفت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے، انہی کے توسط سے دونوں نسخوں کے مقابلہ کا موقع ملا، ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو راقم الحروف تقابل سے فارغ ہوا۔

گزشتہ سال ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء رمضان المبارک کی تعطیلات میں اس کا ترجمہ کرنے کا موقع ملا، اتنے مراحل کے بعد اب یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، پہلے اردو ترجمہ اور آخر میں اصل کتاب فارسی رکھی گئی ہے تاکہ عام قارئین کے لئے آسانی رہے۔ فارسی نسخہ کے حواشی میں دونوں نسخوں کا اختلاف دکھایا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نسخہ کے لئے (پ) اور ذاتی نسخہ کے لئے (ذ) علامت استعمال کی گئی ہے۔

ان دونوں نسخوں کے علاوہ ایک تیسرا قلمی نسخہ قاضی صدر الدین ہزاروی (ہری پور) کے کتب خانہ میں موجود ہے، مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ

نے راقم کو بتایا تھا کہ وہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ ایک نسخہ مولانا صاحبزادہ عبدالصبور صاحب (گکھڑ منڈی) کے پاس ہے، افسوس کہ راقم الحروف آخر الذکر نسخوں کی زیارت نہیں کر سکا۔

تحقیق الفتوے کی اہمیت کے لئے علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام ضمانت کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب کے آخر میں دہلی کے مشہور اکابر کی تصدیقی مہریں ثبت ہیں جن سے کتاب کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو خوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت و جاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے نو کھوڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو مہن ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبری سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ ہزاروں میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چور کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے

آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وارہ کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو طاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چور کا تھا نگی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے، اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں، یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروا نگی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کے معنی یہی ہیں۔

ہر بندے کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑائے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دیگا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔

اس قائل کا یہ قول حق ہے یا باطل، کچھ بھی ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام کی توہین و تنقیص پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس جرم عظیم اور بہت بڑی جرات پر دلالت کرتا ہے تو اس کا قائل دینی اعتبار سے کون ہے اور

شرعاً اس کا حکم ہے؟

چونکہ یہ مسئلہ مسألی دینیہ سے ہے اور حضور افضل الرسل سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان سے متعلق ہے اس لئے مخلص علماء سے امید ہے کہ حقیقت حال کے بیان کرنے اور سوال کے جواب میں کسی کی روئے رعایت نہیں کریں گے اور بلا خوف لومۃ لائم، کلمہ حق آشکارا فرمائیں گے اور بلا حیل و حجت صحیح جواب تحریر فرمائیں گے، اور تلبیس والتباس کے دفع کرنے میں ذرہ برابر تساہل نہیں فرمائیں گے تاکہ ہدایت کے متلاشی قول مذکور کو حق و صواب نہ سمجھنے لگیں۔

جواب

وہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے بہت بڑی ہے، وہ صرف جھوٹی بات کہتے ہیں، یہ بے فائدہ کلام جو جھوٹے اقوال اور عجیب و غریب غلط باتوں پر مشتمل ہے، درستی اور سچائی کے ساتھ ذرہ برابر تعلق نہیں رکھتا، اس کا قائل، شفاعت کی قسمیں بیان کرتے ہوئے متعدد امورِ شنیعہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں تنقیص سے اپنے ایمان کی آبرو و ضائع کی اور بے علموں کے تاریک دلوں میں فتنہ اور گمراہی کا بیج بویا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل چار مقام میں تحریر کی جائے گی۔

پہلا مقام، عام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام میں ہوگا، اس میں حضور مرجعِ خلافت، قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوگا، ضمناً اس کلام کے فساد کے بعض کی طرف اشارہ ہوگا۔

دوسرا مقام اس بے فائدہ گفتگو کے رد میں جسے یہ قائل حضور سید الاولین

الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں زبان پر لایا ہے۔

تیسرا مقام۔ اس امر کے اثبات میں کہ یہ پرنسلاست گفتگو اس ذاتِ کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الہی کے مقربین کے سردار ہیں۔
چوتھا مقام، علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حکم میں۔

پہلا مقام

شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں :
شفاعت کے اقسام (۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔ (۲) مراتب کی بلندی کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول منظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے، عزت و شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں :

شفاعت و جاہت (۱) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے، ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کر سکی اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے، اگر اس معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے نہنجیدہ ہونے سے اس شخص کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی نہنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعت و جاہت ہے۔ اس میں یہ

شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے، اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈرا اور فکر نہیں سمجھا جاتا۔

بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سببہ زوری الگ الگ ہیں، سفارش میں سببہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحب اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے، بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحاظ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانہ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلدادگی کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں، ملک کے بست و کشاد اور نظم و ضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں، ان ارباب اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو

اس سے ضرر پہنچے گا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی، اس کے کہنے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کر لی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے، قبولِ شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت، ذرف اور اندیشہ کے بغیر قبولِ شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی عقلی دلیل، اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتا ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الشُّفَعَاءِ بَيْنَ
 " دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) واسطے اور مقربین میں سے ہیں "۔

مفسرین، اُخروی وجاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا السُّبُوَّةُ وَفِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ
 " یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت "

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے۔ اسے سفارشی سے
 (۲) شفاعتِ محبت

محبت ہو، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے، دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ محبت، محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادار نہیں ہوتے، اہل محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے، ان کی فرمائش قبول کرتے ہیں اور ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اکثر ان کی سفارش قبول کرنے میں

یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آکر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آکر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دلداری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے، یہ حال اس شخص سے پوچھا جاسکتا ہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فرماتے ہیں :

كَمَا شَعَتْ أَغْبَرَ ذِي طَمَرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَكَ
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّكَأ-

” بہت سے گرد آلود بالوں والے خاکسار، جن کے پاس دو پرانی

چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے

ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی

قسم پوری کر دے گا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی

ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسا، اللہ تعالیٰ کو کونسا

رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

ہاں بارگاہِ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدسی میں وارد

ہوتی ہے :

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ

وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ

بِهَا، وَسِرِّجَهُ الَّتِي يَمْسِكُ بِهَا (وفی روایت) وَلِسَانَهُ

الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ -

”جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے منہر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)

اس حدیثِ قدسی کی بنا پر محبوبانِ الہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہئے۔ شفاعت کی قبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو شفع الیہ جس کے سامنے سفارش کی گئی اس کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لئے اسی بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنئے !

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ میر: تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تابِ مقابلہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر، نہ مددگار ہے نہ کارساز، اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے، کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی

ناراضگی سے اس کے کارخانہ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق رکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہِ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا۔ دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی، ان میں سے ہر ایک کو بارگاہِ الہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لئے سفارش کریں، اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لئے اکثر لوگ برد و جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے، ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کریں گے، چونکہ بارگاہِ الہی میں مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ازراہِ عنایت یہ بات نہ مانے یا بدعتیہ کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتب صحیح میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے اور جو لوگ درپے ایذا اور بے ادبی ہوئے وہ ہلاکتوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہِ الہی میں شفاعت کے منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانہ تقدیر پر تسلط حاصل ہو، یا سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے ضرر کے لاحق ہونے، منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو (حاشا و کلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان کے درجات مدسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہِ الہی میں مقبول ہونے کی

شفاعت اور دعا

رہل سینے :

بارگاہِ الہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا نے میں کوئی فرق نہیں، یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے اور دعا دو حال سے خالی نہیں، یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے، کارخانہ قضا و قدر کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی، دعا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مقصد پورا کر دیتا ہے، مطالب عطا کر دئے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں، پہلی صورت باطل اور کتاب سنت کی نصوص کے مخالف ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ

”اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینان و

کون کا سبب ہے۔“

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں۔

حنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ

”قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے۔“

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں، علماء دین کی تصانیف، حسن حسین

وغیرہ جو ہر جگہ اہل علم کے پاس موجود ہیں، انہی دعاؤں کے جمع کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں، دعا کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونے اور بارگاہِ الہی میں اس کی مقبولیت کا انکار صریح کفر ہے جس سے نصوصِ قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، ثابت ہوا کہ دعا حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الہی میں مقبول ہوتی ہے۔

اب غور فرمائیے! کہ کیا انبیاء اور عوام الناس اور اشقیاء، نیچوں اور بدکاروں، مقربان

انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت

حضرت باری تعالیٰ اور مردودانِ بارگاہ، مومنین صالحین اور بد بخت کافروں کی دعائیں مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا انبیاء و اولیاء، ابرار اور مومنین صالحین کی دعائیں عوام، اشقیاء، اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مراد کا ذریعہ ہوتی ہیں، پہلی شق باطل ہے، چند دلیلیں ملاحظہ ہوں :

(۱) عقلی کہ دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت

نیچوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے، انبیاء و اولیاء، ابرار و صالحین کو رحمتِ الہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس، اشقیاء، اشرار اور مفسدہ پردازوں کے برابر جاننا کفر اور الحاد ہے۔

(۲) دلیلِ سمعی : احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں،

عامۃ الناس اور خطا کاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصولِ مدعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائیگا اور درحقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہذا دوسری شق متعین ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت، قرب اور نیکی کی علامت ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے،

ارشادِ ربانی ہے :

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنِّي مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ أَنَّهُمْ مِنَ الْأَصْحَابِ الْعَجِيبِ .

”نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی

دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ظاہر ہو چکا کہ وہ ہمہنی ہیں۔“

اسی لئے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت سے پہلے

مشرکین اور آزر کے لئے مغفرت اور توفیقِ ایمان کی دعا کی :

فَلَمَّا تَبَيَّنَ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأْنَا مِنَّا إِنَّا بَرَاهِيمُ
لَا قُوَّةَ إِلَّا لِلَّهِ حَلِيمٌ .

”جب حضرت ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو اس سے بیزاری

کا اظہار کیا، بے شک ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور حلیم ہیں۔“

اسی رقتِ قلبی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ حضرت لوط

علیہ السلام کی قوم پر عذاب آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَ جَاءَهُ
الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۗ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ
أَوَّالًا مُّنبِتٌ ۖ

”جب ابراہیم علیہ السلام سے اضطراب دور ہوا اور انہیں بشارت پہنچی
تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے مجادلہ کرنے لگے، بے شک ابراہیم علیہ
السلام، حلیم، نرم دل اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں“
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجادلہ کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ
علم اور رقتِ قلبی سے تعریف فرمائی جو مجادلہ کا باعث بنی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :

يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ اَعْرِضْ عَنْ هٰذٰلِكَ ۖ قَدْ جَاءَ
اَمْرٌ مِّنْ رَبِّكَ ۗ وَاِنَّهُمْ لَتِيهٰدٌ عَنَّا بَشَرٌ مَّرْدُوۡدٍ
”اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو، تحقیق تیرے رب کا حکم آگیا
اور بے شک ان پر (مجادلہ یا دعا سے) نہ ٹلنے والا عذاب آنیوالا ہے“

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قبولِ شفاعت کی دو شرطیں ہیں :

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ
نے ممانعت نہ فرمائی ہو۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہذا اگر مقرب
در بارِ الہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو
اس کی شفاعت مقبول ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ
الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا -

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت
فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا“
(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دیگی)
دوسرے مقام پر ارشاد ہے :

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ
صَوَابًا -

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کی
اجازت نہیں دی جائے گی اور جو شخص بارگاہِ الہی میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کی
گفتگو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسے اس کے دربار میں بات کہنے
اور شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

یا آئیہ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف ان گناہگاروں
کو فائدہ دے گی جن کی شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہوگی اور ان کی گفتگو
یعنی شہادت کے دو کلمے (اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمددا
عبدا ورسولہ) اس سے پسند فرمائے ہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

”یہ آیت اس امر پر بہت ہی مضبوط دلیل ہے کہ شفاعت فاسقوں کے

لئے مفید ہے“

(۳) شفاعت بالاذن | شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہئے کہ مثلاً اگر
بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو بچھڑا کر پیش کیا جائے

کہ اس جیسے اکثر جرائم بادشاہ نے معاف کر دئے ہیں، کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ انہیں بادشاہ کے سائیسے جرائم کی معافی طلب کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا، ہو سکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیش نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے، سفارش قبول کر لے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں ہر کس و ناکس جو بادشاہ کے سامنے بات کرنا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا، اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے، وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں، اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کسی ہمت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پر ضرور سزا دی جائے گی لہذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑا لے۔ شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ خود بخود ازراہ مہربانی اس مجرم کا گناہ بخشنا چاہتا تھا، مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارشی کی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو نعمت شفاعت کا ناشکرا ہوگا۔

اس جگہ بُرے دل میں ایک شک گزرتا ہے کہ اگر شفاعت ایک شبہ کا ازالہ | بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو تو وہی صورتیں ہوں گی تقدیر

میں مجرم کی بخشش ثابت تھی یا نہیں اگر ثابت تھی تو شفاعت نے کیا کیا، تقدیر میں جو کچھ تھا وہ ہو کر رہے گا، کوئی شفاعت کرے یا نہ کرے اور اگر مجرم کی تقدیر میں نہیں تھی تو شفاعت کس طرح عقہہ کشائی کرے گی کیونکہ شفاعت، قضا کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

یہ شبہ وہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اگر یہ شبہ درست ہو تو اعمالِ شرعیہ کی تکلیف بلکہ تمام دینی اور دنیاوی کوششیں باطل اور بے فائدہ ٹھہریں گی کیونکہ ایسی دو شقیں ہر جگہ جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ مجرم کی بخشش تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں مقرب جرم کی معافی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جیسے کہ کامیابی اور ناکامی جویدہ تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں شخص ایمان لائے گا، نیک عمل کرے گا، کامیاب ہوگا اور اگر برے کام کرے گا، ناکامی کا شکار ہوگا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے اس چیز کا وجود ان اسباب سے وابستہ فرمایا ہے، اگرچہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہے تو اس چیز کو بغیر اسباب کے پیدا فرمادے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دوسرے کو قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مقتول کی موت قاتل کے فعل (قتل) کے سبب پیدا فرمائی ہے حالانکہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہتا تو اس کی موت قتل کے سبب سے نہ ہوتی (بلکہ کسی اور طرح سے واقع ہو جاتی)

اب اگر کوئی شخص کہے کہ مقتول کی موت تقدیر میں ثابت تھی، قاتل کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا، قاتل سے قصاص کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ اس کی یہ بات سماعت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں گناہ کی بخشش تقدیر میں ثابت تھی اور شفاعت کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کی

بات بھی قابلِ توجہ نہیں ہوگی۔

یہ گفتگو عام شفاعت کی حقیقت میں تھی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت

انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اولین و آخرین کے سردار، انبیاء و مرسلین سے افضل، بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز اور بعد از خدائے قدوس تمام موجودات سے محبوب ترین ہستی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام و مرتبہ اور عزت و فضیلت حاصل ہے کہ کسی مخلوق کو اس میں شرکت یا ہمسری حاصل نہیں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام علماء دین کے اقوال اس پر دال اور اس دعوے کی صداقت پر حجتِ قطعیہ اور برہانِ یقینی کا درجہ رکھتے ہیں، کسی مدعیِ اسلام کو اس کے خلاف مجالِ دم زدن نہیں ہے۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پہلی آیت ملاحظہ ہو،

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

”اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے

رحمت بنا کر۔“

عالمین میں تمام اگلے اور پچھلے فرشتے، انسان اور ان کے مسوا داخل ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں اپنے انجام سے خائف رہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے تعریف فرمانے پر :

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ

اے تفصیل کیلئے نبلی یقین، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو۔

د مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے) میں مطمئن ہو گیا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مسعود بھی تمام جہانوں کے لئے رحمت اور حضور کا وصال بھی رحمت تھا، چنانچہ فرماتے ہیں :

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ (المحدث)

”میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی

تمہارے لئے بہتر ہے۔“

دوسری حدیث میں ہے :

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَتَهُ بِأُمَّتِهِ قَبَضَ بِيَدِهَا قَبْلَهَا
فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلْفًا۔

”جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے، ان کے

نبی کو ان سے پہلے قبض فرما لیتا ہے اور اس نبی کو جنت میں جانے کے

لئے امت کا پیشرو اور کارساز بنا دیتا ہے۔“

فَرَطٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر جا کر کھانے، پانی اور

چارپالیوں کے چارے کا انتظام کرتا ہے تاکہ جب قافلہ پہنچے تو تمام ضروریات انہیں مہیا کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مومنوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور کافروں کے لئے بھی، کیونکہ اس زمانے کے کافر

ان عذابوں سے محفوظ ہیں جو پہلے کافروں پر نازل ہونے رہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے :

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ اے حبیب!

تم ان میں موجود ہو،

دوسری آیت :

وَمَا فَحْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

”اے حبیب! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا“

جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا، جیسے کہ کلمہ اور اذان میں ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا کیونکہ جو بھی خطبہ، تشہد اور نماز پڑھے گا اَشْهَدُ اَنْ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے گا۔

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا :

”میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَسْحَبِيْبُ!

تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جہان میں تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ حضور نے

فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حضرت جبریل نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا، تمہارا ذکر بھی ہوگا“

حضرت عطا فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایمان کی تکمیل اپنے

اور تمہارے ذکر سے فرمائی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب! میں نے

تمہیں اپنا ذکر بنا دیا ہے کیونکہ جو تمہارا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

”محقق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا جو رسول ہے“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جو رسالت کے ساتھ تمہارا ذکر کرے گا وہ رُبُوبیت کے ساتھ میرا ذکر کرے گا۔
 اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک
 مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ حضور کی طاعت اور اپنے نام
 کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو متصل فرمایا ہے،
 ارشاد ہوتا ہے :

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

اور اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور
 عاطفہ (جو جمع اطراف کیلئے آتی ہے) سے یکجا فرمایا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق
 میں درست نہیں ہے۔

شرح شفا میں ہے :

رُبُّمَا يُقَالُ إِنَّ اسْمَهُ سُبْحٰنَهُ مَعَ اسْمِ
 رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسُوْمٌ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَرَفَعْنَا لَكَ
 ذِكْرَكَ أَنَّى جَعَلْنَا ذِكْرًا مَعَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ
 مَّلَكٍ وَفَلَكَ وَبِنَارٍ وَسَمَاءٍ وَفَرَشٍ وَعَرْشٍ وَحَجْرٍ
 وَمَدْرٍ وَشَجَرٍ وَشَمْرٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَالْكَثْرُ
 الْخَلْقِ لَا يَبْصُرُونَ تَصْوِيرَهُمْ وَنَظِيرَةُ قَوْلِهِ سُبْحٰنَهُ
 وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَالْكَثْرُ
 لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔

”بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام حضور سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ورفعنالک ذکرک کے مطابق
ہر شے پر نقش ہے یعنی اے حبیب! فرشتہ ہو یا آسمان، عمارت ہو یا عرش و
فرش، پتھر ہو یا کچی اینٹ، درخت ہو یا پھل وغیرہ، ہم نے ہر چیز پر اپنے ذکر
کے ساتھ تمہارا ذکر نقش کر دیا ہے اگرچہ اکثر مخلوق اس کی تصویر نہیں دیکھ پاتی
اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ
تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔“

تیسری آیت کریمہ :

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ
مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ
وَإِذْ أَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ أَصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ
فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔

”اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء

سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے
پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا رسول عظیم تشریف لے آئے
تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ان کی امداد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا
تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد لے لیا؟ انبیاء نے کہا ہاں ہم نے اقرار
کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ
ہوں۔“

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ
فضیلت و کرامت عطا فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا اور آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس فضیلت و شرافت میں تمام انبیاء و مرسلین سے ممتاز فرمایا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھی دنیا میں بھیجے، انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور آپ کے اوصاف بتا دئے اور ان سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پالیں تو آپ پر ایمان لائیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جتنے نبی بھیجے ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیات ظاہرہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا، ان کی امداد کرنا اور اپنی قوم کو بھی یہ حکم دینا۔

چوتھی آیت مبارکہ :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ۔

”اے حبیب! یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے

اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) روتے ہوئے کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا اور فرمایا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ۔

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر نثار، جناب الہی میں آپ کی اتنی فضیلت ہے کہ

اہلِ دوزخ آرزو کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور حالت عذاب میں کہیں گے
اے کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تخلیق
میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

پانچویں آیت طیبہ :

ذٰلِكَ الرَّسُولُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ
مَنْ كَلَّمَ اللّٰهَ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ ذَرَجَاتٍ -

”وہ رسولانِ گرامی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان
میں سے بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کیا اور
ان میں سے بعض کے (بے شمار) درجے بلند کئے۔“

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ ذَرَجَاتٍ سے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ اور سفید یعنی تمام مخلوق
کی طرف مبعوث ہیں، کفار کا مالِ غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ آپ کے دست مبارک
پر بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، انبیاء کرام کو جو بھی فضیلت و کرامت عطا کی گئی ویسی ہی
عزت و شرافت حضور کو دی گئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کو ناموں سے خطاب فرمایا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا اور فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ -

چھٹی آیت :

ظَلَمَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَىٰ

”اے ظاہر! یا اے راہنما! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا

کہ تم مشقت اٹھاؤ۔“

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مہربانی اور تکرم، حبیب پاک صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندگی میں آپ کی مشقت اور تکلیف روا نہیں رکھی۔

ساتویں آیت :

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ، مَا وَدَّعَكَ

رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ، وَاللَّأخِرَةَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

”قسم ہے چاشت کی وقت کی اور قسم ہے رات کی جب پرسکون

ہو جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ دشمن رکھا، بے شک

تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، عنقریب تمہارا رب تمہیں

اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔“

ایک وقت بعض وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے پہنچنے میں

دیر ہو گئی تو بے دین مشرکوں نے مشہور کر دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے اور دشمن رکھا۔ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم وحی کی تاخیر سے پریشان تھے۔ حضرت جبریل امین بشارت کی یہ وحی لائے جس میں

اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرما کر چھوڑ دینے اور دشمن رکھنے کی نفی فرمائی جس کی تشہیر ملعون مشرکین

کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ نے نہ آپ کو چھوڑا

ہے اور نہ دشمن رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مراتب و مناصب میں دن بدن

ترقی ہے اور دنیا کی نسبت آخرت میں آپ کی عزت افزائی اور زیادہ ہوگی کیونکہ آپ دنیا میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ سے چاہتا ہے، قیامت کے روز اس کی جزا یہ ہوگی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو درخواست کریں گے، آپ کو عطا فرمائے گا حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا گو یا اللہ تعالیٰ اس پر بشارت آیت میں قسم یاد فرما کہ فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے عزت و شرف کے مراتب میں دن بدن اضافہ فرمائے گا، تمہاری رضامندی اور تمہیں خوش رکھنے کے لئے تمہارے کسی پیروکار اور متبع پر غضب نہیں فرمائے گا کیونکہ ان میں سے کسی پر غضب کرنا تمہیں پسند نہیں ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبعین اور محبین پر بھی (حضور کی نسبت کے سبب) غضب نہیں فرمائے گا چہ جائیکہ حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غضب فرمائے۔

اس آیت کو میرے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلاشبہ محب، محبوب کی خوشی اور رضا کا طالب ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۵

بگفتا وصل بہ یا ہجرانہ دوست

بگفتا ہرچہ میل خاطر اوست

”کسی نے پوچھا محبوب کی ملاقات اچھی ہے یا بدائی؟ تو محبوب نے

کہا جو محبوب کو پسند ہو“

ہے جننے والے اور جنے ہوئے کی۔“

وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ اے حبیب! تم اس شہر میں جلوہ افروز ہو، میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کس قدر بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے، ہر فوق سلیم والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مَا وَلَدَا سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت :

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ
يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔

”اے حبیب! بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں، سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“

انہی آیات میں سے سورہ نبی اسرائیل اور سورہ نجم کی وہ آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر ہے، مسجد حرام (مکہ معظمہ) سے مسجد اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے قرب خاص تک آیات مبارکہ، احادیث طیبہ، صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال ذکر کئے جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی محققین صحابہ اور ائمہ مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عرش مجید (بلکہ اس سے بھی آگے) تک جسمانی معراج ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذات مقدسہ کی تجلی کا دیدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل کی آنکھوں سے، اور دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ کے مطابق کمال قرب تک پہنچے۔

مختصر یہ کہ قرآن پاک اول سے آخر تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اللہ کو بیان کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اور بلندی مرتبہ پر دلیل صادق ہے، اس کے احاطہ کے لئے بڑی تفسیر درکار ہے اس جگہ جو کچھ بیان ہوا، اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ آیات مذکورہ اس مقصد کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار، اللہ تعالیٰ کے دربار میں اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا امام اور سردار بنایا اور تمام انبیاء و مرسلین سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور امداد کا وعدہ لیا اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب ہے۔

احادیث طیبہ

اب چند احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں :

پہلی حدیث :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
 اللَّهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قِسْمًا
 فَذَلِكَ قَوْلُهُ أَصْحَابُ الْيَمِينِ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ
 فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ
 ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ اثْنَلَاثًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِنَّ ثَلَاثًا
 فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ

۱۔ اس عنوان پر تفصیلی مطالعہ کیجئے دیکھئے ”تعلیقین بان نبیائید المرسلین“ از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

الْمَشَاقِمَ وَالشَّيْقُونَ الشَّيْقُونَ فَأَنَا مِنَ الشَّيْقِينَ
 وَأَنَا خَيْرُ الشَّيْقِينَ شُدَّ جَعَلَ الْأَثَلَاتِ قَبَائِلَ
 فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا قَبِيلَةً وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى
 جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
 عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَى وَأَنَا أَتْقَى وَوَلَدِ أَدَمَ وَأَكْرَمَهُمْ
 عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ شُدَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بِيُوتًا
 فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى
 إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ
 الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق یعنی جن اور انسان کی دو
 قسمیں فرمائیں مجھے ان میں سے بہترین قسم میں سے بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ
 کا فرمان ایک قسم اصحابِ یمن ہے اور دوسری قسم اصحابِ شمال، میں اصحابِ
 یمن میں سے ہوں اور اصحابِ یمن میں سے بہتر ہوں، پھر ان دو قسموں
 کی تین قسمیں بنائیں اور مجھے ان تین میں سے بہتر قسم میں بنایا، یہ ہے
 اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک قسم خوش بخت ہے، دوسری بد بخت، تیسری
 نیکی میں سبقت کرنے والے، میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں
 سے بہتر، پھر اللہ تعالیٰ نے ان تین قسموں کو قبیلے بنایا اور مجھ ان میں
 سے بہترین قبیلے میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد، ہم نے تمہیں اصول
 اور گروہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ

جاننے والا خبر والا ہے، میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چاہتا مگر یہ کہ پیدری دور کرے تم سے اسے اہل بیت اور تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔“

دوسری حدیث :

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَنَا أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّي وَلَا فَخْرَ

”میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔“

تیسری حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَنَا أَكْرَمُ الْأَقْلِيَّةِ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ

”میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔“

چوتھی حدیث :

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

آتَانِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي قَلْبُكَ
مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمَّا سَأَرَ جَلًّا أَفْضَلَ
مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمَّا سَأَرَ بَنِي أَبِي أَفْضَلَ مِنْ
بَنِي هَاشِمٍ۔

”میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے، انہوں نے مجھے کہا کہ
میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھپان ڈالے لیکن میں نے حضور
سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا اور کسی باپ کے بیٹے بنو ہاشم
سے زیادہ فضیلت والے نہیں دیکھے۔“

پانچویں حدیث :

ابن وہب راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :
” اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے مانگ! میں نے
عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں؟ تو نے حضرت ابراہیم
کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا، حضرت نوح کو برگزیدہ
فرمایا حضرت سلیمان کو وہ سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کے لائق نہیں
(علیہم السلام) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ
ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تمہیں حوض کوثر دیا، تمہارا نام اپنے نام

ملہ امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

یہی بولے سدہ والے چمن جہاں کے تھلے

سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

کے ساتھ رکھا کہ آسمانوں میں پکارا جاتا ہے، تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو پاک کرنے والی بنایا (اس سے تیمم کیا جاسکتا ہے) تمہارے طفیل تمہارے اگلوں اور پھلوں کے گناہ معاف کر دئے، تم لوگوں میں اس حال میں چلتے ہو کہ تمہارے طفیل گناہ بخش دتے گئے ہیں، یہ اعزاز و اکرام تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا، تمہاری امت کے دل مصحف بنا دئے کہ وہ قرآن پاک یاد کرتے ہیں، تمہارے لئے میں نے شفاعت محفوظ رکھی تمہارے سوا کسی پیغمبر کے لئے شفاعت محفوظ نہیں رکھی،

چھٹی حدیث :

طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا :

مَا أَكْرَمَكَ عَلَى اللَّهِ إِنْ اللَّهُ نَعَكَ وَمَلَائِكَتُهُ،

" اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کتنی عزت ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ

آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے "

ساتویں حدیث :

شفاعت شریف میں ابو محمد مکی اور ابواللیث سمرقندی وغیرہما سے منقول ہے :

" حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بعد کہا اے اللہ! محمد

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش معاف فرما، اللہ تعالیٰ

نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں

سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے جنت میں ہر جگہ لا الہ

إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لَكَا دِكْهَا، ایک روایت میں ہے

مُحَمَّدٌ عَبْدِي وَرَسُولِي (محمد میرے بندے اور رسول ہیں)

اس سے میں نے جانا کہ وہ تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے

میں، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف فرمادی، اس کلام کے قائل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَتَلَقَىٰ اٰدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی) کا یہی مطلب ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! جب تو مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ عرش مجید پر لکھا ہوا تھا ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پس میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک کسی کا مقام اس ذاتِ کریم سے بلند نہیں ہے جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ فرماتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے ان کی کنیت ابو البشر تھی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت میں باپ ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماسوا کسی کی طرف نہ تھی لہ

شرح بن یونس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گشت لگاتے ہیں اور اس گھر والوں کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں جس میں احمد یا محمد نام والا کوئی شخص ہو، یہ فرشتوں کی طرف سے تعظیم ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

لہ حضرت سیدی شیخ ابن الفارض قدس سرہ سورسی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی کہتے ہیں کہ

افی وان كنت ابن ادم صورۃ فلی فیہ معنی شاہد بابوتی

”میں اگر چہ ظاہر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں، میرے اندر ایک ایسا معنی ہے جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہے“

قاضی ابن قانع، ابو حمزہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
جب فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا عرش پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ۔

آٹھویں حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے
پر لکھا ہوا ہے :

انی انا اللہ لا الہ الا انا، محمد رسول اللہ
لا اعذب من قالہا۔

”بے شک میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے
رسول ہیں، اس کلمہ کے کہنے والے کو میں عذاب نہیں دوں گا۔“

امام جعفر صادق اپنے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں
کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا کہے گا کہ :

”جس کا نام محمد ہے اٹھے اور جنت میں داخل ہو جائے، یہ نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم ہوگی۔“
نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد سے
راوی ہیں :

ان رجلا من قریش دخل علی ابیہ علی بن الحسین
فقال الا احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قال بلی حدثنا عن ابی القاسم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

” ایک قریشی، حضرت محمد باقر کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے“

قَالَ لَمَّا مَرِحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَاَهُ جِبْرِئِيلُ -

” علی بن حسین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے“

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ خَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَنْهَا هُوَ أَغْلَدُ بِهٍ مِنْكَ يَقُولُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَجِدُنِي يَا جِبْرِئِيلُ مَغْسُومًا وَأَجِدُنِي يَا جِبْرِئِيلُ مَكْرُوبًا -

” جبرئیل امین نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی تکریم و تشریف کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، اس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے، فرماتا ہے اے حبیب! تم اپنا مزاج کیسا پاتے ہو؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو نمگین اور تکلیف میں پاتا ہوں“

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِي فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَرَدَ أَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ

وَرَدَّ عَلَيْهِ كَمَا سَأَلَ عَلَيْهِ -

”پھر حضرت جبریل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا“

وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ إِسْمَاعِيلُ عَلَى مِائَةِ
أَلْفِ مَلِكٍ كُلُّ مَلِكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلِكٍ فَاسْتَأْذَنَ
عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَائِيلُ هَذَا مَلَكُ
الْمَوْتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ إِذْ مَعِيَ
قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ إِذْ مَعِيَ بَعْدَكَ فَقَالَ ائْذَنُ
لَهُ فَأْذِنَ لَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ -

”اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم مقرر ہے، انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسمعیل کہتے ہیں (اتنے میں ملک الموت حاضر ہوئے، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں، انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو، حضرت جبریل نے انہیں اجازت

دی تو انہوں نے (حاضر ہو کر) سلام عرض کیا،
 ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ سَلْمَةَ بِأَنْ
 فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ
 أَمَرْتَنِي أَنْ أَشْرُكَ، شَرَكْتُ، فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلِكَ
 السَّمَوَاتِ قَالَ نَعَمْ بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ
 أُطِيعَكَ.

” پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے
 آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کر لوں اور
 اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو
 میرے کہنے پر عمل کرے گا؟ انہوں نے کہا ہاں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے
 مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔“

قَالَ فَنظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرِئِيلُ يَا مُحَمَّدُ
 إِنَّ اللَّهَ قَدِ اشْتَقَّ إِلَيَّ لِقَاءَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلِكَ السَّمَوَاتِ إِمْرًا بِمَا أُمِرْتُ
 بِهِ فَقَبَضَ رُوحَهُ.

” راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل
 علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ
 کی ملاقات کا مشتاق ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
 اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر چنانچہ انہوں نے
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی۔“

اس حدیث سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت، جلالت اور محبوبیت معلوم کی جاسکتی ہے، حضرت جبریل امین کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا، حضرت ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضری کی اجازت طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرت جبریل امین کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا شائق ہے، ایسے امور میں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بارگاہ الہی میرے مقام و منصب معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دسویں حدیث :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

إِنَّمَا حَمَدًا أَتَنِي عَلَى سَائِرِ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی

فَقَالَ كُلُّكُمْ أَتَنِي عَلَى سَائِرِهِ وَأَنَا أَتَنِي عَلَى سَائِرَتِي

”حضور نے فرمایا تم میں ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی، اب میں

اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں“

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي آتَانِي سَكِينًا رَاحَةً لِلْعَلَمِينَ

وَكَافَّةً لِلنَّاسِ أَجْمَعِينَ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے

لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانیوالا

بنا کر بھیجا“

وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فَبَيَّنَّا لِكُلِّ شَيْءٍ

” اور مجھ پر قرآن پاک اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے “

وَجَعَلْنَا أُمَّتِي أُمَّةً وَسَطًا

” اور میری امت بہترین امت بنایا “

وَجَعَلْنَا أُمَّتِي هُمَا لَآ وَرَءَ لَوْ نَوْنًا وَهُمَا الْآخِرُونَ

” اور میری امت کو (جنت میں داخل ہونے میں) پہلی امت اور

وجود کے اعتبار سے آخری امت بنایا “

وَشَرَحَّ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِّي وَنُزْرِي

” اور میرے دل کو علوم و حکم کیلئے کھول دیا اور میرے لئے تبلیغ و

رسالت کا بوجھ آسان فرما دیا “

وَمَا فَعَمْ ذِكْرِي وَجَعَلَنِي فَاتِحًا وَخَاتِمًا

” اور میرا ذکر بلند فرمایا، مجھے تمام اولین و آخرین میں فاتح (اول)

اور تمام انبیاء و مرسلین کا خاتم بنایا “

فَقَالَ اِبْرَاهِيمُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَذَا فَضَّلَكُمْ

مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے نبی! اے نبی! اسی لئے محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے ہیں “

گیارہویں حدیث :

یہ بھی احادیث میں وارد ہے :

فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ تَعَالَى قَدْ اِتَّخَذْتُكَ حَبِيبًا

فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مُحَمَّدٌ حَبِيبُ الرَّحْمَنِ -

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں محبوب بنا لیا، توراہ میں لکھا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں“
 وَأَنْرَسَلْنَاكَ إِلَى النَّاسِ كَافًّا وَجَعَلْنَا
 أُمَّتَكَ هُمْزًا لَوْنًا وَالْآخِرُونَ -

”ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری امت کو سعادت میں پہلی اور وجود میں آخری امت بنایا“
 وَجَعَلْنَا أُمَّتَكَ لَا يَبْجُورُونَ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى
 يَشْهَدُوا وَأَنْتَ عَبْدِي ذَرَّ سُوْلِي -

”اور آپ کی امت پر لازم کیا کہ ان کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے عبدِ ناص اور رسول ہیں“
 وَجَعَلْنَا أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعَثْنَا
 ”اور میں نے تمہیں خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر بنایا“

وَاعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ السَّمَانِي وَالْقُرْآنَ
 الْعَظِيمَ -

”اور میں نے تمہیں سبع مثنوی (سیرۃ فاتحہ جس کی سات آیتیں ہیں یا سات طوال سورتیں) دی اور قرآن عظیم“

وَاعْطَيْتُكَ خَوَاتِمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ كُنْتِ تَحْتِ عَرْشِي
 لَمَّا عَظَّمْنَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْنَا فَاتِحًا وَخَاتِمًا -

”اور میں نے تمہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے سورہ بقرہ کی آخری آیتیں دیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اور میں نے تمام انبیاء

سے اول اور آخر بنایا۔“

بارہوی حدیث :

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِيَدِي
لِوَارِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ مَا مِنْ شَيْءٍ يَوْمَئِذٍ
آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ إِلَّا تَحْتِ لِيوَا آيٍ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ
تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ.

”قیامت کے روز میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے

ہاتھ میں لوار الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا، اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے

ماسوا تمام نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا

شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا،“

بیرہوی حدیث: أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَكُونَ إِبْرَاهِيمُ وَعِيسَى فِي كُرْ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّهُمَا فِي أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

”کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور

حضرت عیسیٰ تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن

میری امت میں ہوں گے۔“

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں آیات و احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے

احاطے کے لئے کئی دفتروں کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص ان کو جمع کرنے کا ارادہ

کرے اور تمام زندگی اس مبارک مصروفیت میں صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے

عطیات اور بے شمار مناقب جو اللہ تعالیٰ نے سیدِ ممکنات، سرورِ کائنات اور خلاصہ

مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں، میں سے ہزاروں حصہ اور بے حد

حساب میں سے معمولی مقدار بھی جمع نہیں کر پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جمیلہ و مناصبِ جلیلہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے، اب گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت، عزت، مرتبہِ محبوبیت اور مقامِ مقبولیت حاصل ہے کہ اس میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شکریت اور ہمہسری حاصل نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وجاہت، عزت اور مرتبہِ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت کا سبب ہے تو اب جان لینا چاہئے کہ شفاعتِ کبرئۃ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص منصب ہے حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار، سب سے اول اور سب سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام جہانوں کے لئے رحمت، جنوں انسانوں اور فرشتوں کے لئے طباؤ و ماویٰ ہے، مشرکین مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجودِ فاضل الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذابِ الہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفارِ مکہ کو عذاب دے جبکہ اے حبیب!

تم ان میں موجود ہو“

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، مومنوں کو ان پر غالب و مسلط فرما دیا، مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں، علاقے اور مال مسلمانوں کو بطورِ غنیمت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا لَهُمْ حَمَانٌ لَّا يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ

”ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ لشریف لے گئے ہیں جن کی ذات مبارکہ ان کے لئے باعث امن تھی)“

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت کا مقبول ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

چند آیات مبارکہ ملاحظہ ہوں :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے، اب دوسری صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول، دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ مزاح یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو، اللہ کی پناہ ایسی بات سے، تو پہلی صورت متعین ہو گئی اور وہی مقصود ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے)

۲ : وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا تَرَجِيماً۔

”اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (معذرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں، پھر (نفاق سے توبہ کرتے ہوئے)

اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے (کبیرہ گناہوں کی) مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا پائیں گے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے ان کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ كَأَنَّهُمْ لَشِرَّكُمْ أَعْيُنٌ فَأَجَابَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ فَقَدْ وَقَعَتْ فِي قُلُوبِهِمُ الْقُبُورُ وَكُنُوا فِيهَا كَمَا كُنُوا فِي الدُّنْيَا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۚ

تفسیر مدارک میں ہے :

” ایک اعرابی نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو روضہ مقدسہ پر گرا دیا اور روضہ منورہ کی خاک مبارک کو اپنے سر پر ڈال کر عرض پر واز ہوا کہ اے رسولِ خدا! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں توبہ واستغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں، روضہ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔“

ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری اور وفات کے بعد شفاعت کا مفیہ ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ الہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجال اور جمیل الکمال بستی کی محبوبیت ظاہری حیات اور وصال کے بعد بارگاہِ ایزدی میں یکجاں طور پر قبولیت شفاعت کا سبب ہے۔

۳۔ وَ لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْآوَالِي وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَ تَرْضَىٰ۔

”تحقیق آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں آپ کا

مقام اور بلند ہو جائے گا اور قیامت کے دن آپ تمام مخلوق کے محبوب و
 ماؤی ہوں گے) اور تحقیق تمہارا پروردگار نہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔
 اس آیت سے دو طرح استدلال کیا جا سکتا ہے :

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مومن مردوں اور
 عورتوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی سے کوئی چیز طلب کرتا
 ہے اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی درخواست رد کر دی جائے وہ اسی صورت میں خوش
 ہوگا کہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے، اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ فرمایا ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے لہذا یہ مومن
 مردوں اور عورتوں کے لئے کی جانے والی شفاعت کے قبول کرنے کا پختہ وعدہ
 ہے۔

(۲) احادیث کثیرہ وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں
 تھی کہ امت کے گنہگار بخشے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت
 کے گنہگاروں کی چارہ سازی میں مصروف رہے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے نجات
 پائیں، پس یہ مؤکد وعدہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بارے میں
 وارد ہوا ہے، یہ اس امر کا وعدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت
 کے سبب امت کے مجرموں کو رہا کر دیا جائے گا، احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت
 نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا لَأَ أَرْضِي وَوَاحِدًا مِّنْ أُمَّتِي فِي السَّاءِ
 ”تب تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک

امتی بھی آگ میں رہے گا“

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

أَهْلُ الْقُرْآنِ يَقُولُونَ أَسْرَجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى
يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَآمَنَّا
أَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ أَسْرَجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَسَوْفَ
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ إِنَّهَا الشَّفَاعَةُ لِيُعْطِيَهَا
فِي أَهْلِ لَدَائِلِ إِلَّا اللَّهُ حَتَّى يَقُولَ رَبِّ حَبِيبُكَ -

” اہل قرآن (عامۃ المسلمین) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی

ہے یہ ہے : يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ

(اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو)

لیکن اہل بیت کرام فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ

ہے : وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ بے شک یہ

عظیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے

میں دے گا یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں رضی

ہو گیا ہوں“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

يَا حَنِي جَدِّي أَن لَّا يَدْخُلُ النَّاسَ أَحَدًا

”میرے جدِ مجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی یہ ہے کہ کوئی توحید

کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو“

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو

بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَى قَوْلَ اللَّهِ
 تَعَالَى رَبِّ انْتَهَى أَضْلَلَنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَبَيْنَ
 تَبِعَ بَنِي قَيْسَةَ مِثِّي وَقَالَ عِيسَى إِنْ تَعَدَّ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ
 عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ امْتِنِي أُمَّتِي وَبِكِي
 فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا جِبْرَائِيلُ إِذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ
 وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَاَسْأَلُهُ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرَائِيلُ
 فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِجِبْرَائِيلَ إِذْهَبْ
 إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوؤُكَ

”تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ” اے

پروردگار! بے شک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو
 میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے“ (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا
 ہے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ
 تیرے بندے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ نے دست مبارک اٹھائے اور کہا
 اے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور رو دے اللہ تعالیٰ
 نے حضرت جبریل کو فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
 جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھ کہ انہیں کونسی چیز لاتی ہے، حضرت
 جبریل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا، حضور نے وہ
 کلمات بتائے (جو دعائیں کہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے
 حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش
 کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔“

اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت و محبت اور رضا جوئی اور امت کے حق میں حضور کی شفاعت کا قبول کرنا یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں، معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

”قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرمائے“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جہنم کی صورت میں پھریں گے، ہر امتی اپنے پیغمبر کے پاس جائے گا اور کہے گا، ہماری شفاعت کیجئے، حتیٰ کہ آخر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے، پس وہی دن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (مقام محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

”قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے، میں اور میری امت بلندی پر

ہوں گے، مجھے میرا رب سبز علقہ پہنائے گا، پھر میں وہ کچھ عرض کروں گا جو

اللہ تعالیٰ چاہے گا، یہی مقام محمود ہوگا“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

”مقام محمود عرش مجید کی دائیں جانب وہ مقام ہے جہاں میں کھڑا ہوگا

لہذا ام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں یہ حلیل و محییٰ وسیع و ضعیف سمیع و بصیر ہے کسی کہیں نبی۔ یہ بے خبری کہ طعن پھیری کہاں سے کہاں لگا کر

وہاں اور کوئی کھڑا نہ ہوگا، اس مقام پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے۔
 ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مقام محمود وہ
 ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرونگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں:

يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَيْثُ
 يَسْمَعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ حُفَاةً عُرَاةً
 كَمَا خُلِقُوا سَكُوتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

”اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایسی ہموار زمین میں جمع فرمائے گا کہ پکارنے
 والے کی آواز اور نظر ان سب تک پہنچے گی، تمام کے پاؤں اور جسم پیدائش
 کے دن کی طرح برہنہ ہوں گے، سب خاموش ہوں گے اور کوئی اللہ تعالیٰ
 کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔“

فِي نَادِيٍّ مُّحَمَّدًا فَيَقُولُ لَيْتَكَ وَسَعْدَيْكَ
 وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَالْمُهْتَدِي
 مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَ لَكَ الْحَمْدُ
 وَإِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ
 سُبْحَانَكَ رَبِّ الْبَيْتِ فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ
 الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔

”پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے، میں تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوں
 اور نیک بختی تیری ہی طرف سے ہے، ہر اچھائی تجھی سے ہے اور برائی
 تیری طرف منسوب نہیں ہے (یا یہ معنی ہے کہ برائی تیری طرف اور نہیں جاتی)

ہدایت پانے والا وہ ہے جسے توبہ ہدایت دے اور تیرا بندہ تیری بارگاہ
میں اطاعت کے لئے حاضر ہے، حمد تیرے لئے ہے اور تیری طرف
رجوع کرنے والی ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں، تو بابرکت
اور بلند ہے، اے رب کعبہ! تیرے لئے پاکیزگی ہے، تو یہ مقام محمود
ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ
الْجَنَّةَ فَتَبْقَىٰ آخِرُ مَنْ أُخْرِجَ مِنَ الْجَنَّةِ وَآخِرُ
مَنْ أُخْرِجَ مِنَ النَّارِ فِي النَّارِ فَيَقُولُ مَنْ أُخْرِجَ مِنَ النَّارِ لِمَنْ أُخْرِجَ
الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ إِلَّا مِمَّا تَكْفُرُ فَيَدْعُونَ رَبَّهُمْ
يَضِجُونَ فَيَسْمَعُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْأَلُونَ أَدَمَ
وغيره بَعْدَكَ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتَّى
يَأْتُوا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُ لَهُمْ فَذَلِكَ الْمَقَامُ
الْمَحْمُودُ -

”جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک
آخری گروہ جنت سے رہ جائے گا اور ایک جہنمی گروہ جہنم سے رہ جائے گا،
جہنمی گروہ جنتی گروہ کو کہے گا کہ تمہیں تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا، یہ جنتی گروہ
اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اور وہ آہ و زاری کرے گا جسے اہل جنت سن
لیں گے، یہ لوگ پہلے آدم علیہ السلام سے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام عرض
کریں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے، تمام انبیاء کرام عذر کریں گے، پھر یہ لوگ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ شفاء شریف، ج ۱ ص ۱۳۶

ان کی شفاعت کریں گے، تو یہ ہے مقام محمودؑ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید فقیر کو فرمایا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں سنا جس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا، یزید نے کہا ہاں، حضرت جابر نے فرمایا وہ مقام محمد ہے جس کا نام مقام محمود رکھا گیا ہے۔ اس مقام کی بدولت اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا، پھر حضرت جابر نے وہ حدیث بیان کی جس میں اس امت کے دوزخیوں کو دوزخ سے نکلانے کی شفاعت کا ذکر ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ حضرت شیبان فرماتے ہیں مقام محمود، قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْعَالَمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ

شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

”اہل علم، مقام محمود، قیامت کے دن کی شفاعت کو قرار دیتے تھے“

اب احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں :

۱- حدیث صحیح ہے :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ بِإِيدِ عَوِيْبِهَا وَاجْتِبَاءُ

دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

۱۵ حضرت حسن رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

فقط اتنا سبب ہے العقاد بزم محشر کا

کمان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

” ہر نبی کے لئے ایک (یقینی) مقبول دعا ہے جو مانگ سکتے ہیں، میں نے اپنی دعا چھپا رکھی ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں۔“

اہل علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہی اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے ورنہ ہر پیغمبر کی بے شمار دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں تو حد و حساب سے باہر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا اپنی امت کے لئے یقیناً مقبول ہوگی۔

۲- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَشْفَعَنَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِلَّا كَثْرَتْنَا فِي الْأَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ۔

” میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تحقیق میں قیامت کے دن، زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ انسانوں کی شفاعت کروں گا۔“

۳- حدیث کی صحیح کتابوں میں ہے :

قَالَ عَلِيُّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَهْتَمُونَ أَوْ قَالَ فَيُلْهِمُونَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا۔

” آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس تمام نمکین ہو جائیں گے، یا فرمایا درودی کو شک ہے، انہیں الہام کیا جائیگا کہ شفاعت طلب کرنے کے لئے جائیں

تو وہ کہیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ ہم دربارِ الہی میں کسی کو شفیع بنا لیتے۔“

بعض روایات میں آتا ہے :

مَا جَرَّ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

”بعض لوگ بعض سے ٹکرائیں گے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ

مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ أَلَا تَنْظُرُونَ

مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ۔

”آفتاب قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو اتنا غم لاحق ہو گا جس کی طاقت

نہیں رکھیں گے اسے برداشت نہیں کر پائیں گے تو آپس میں کہیں گے

کیا تم ایسی ہستی کو نہیں ڈھونڈتے جو تمہاری شفاعت کرے :

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ

خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدَيْهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَ

أَسْكَنَكَ جَنَّةً، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَةً، وَعَلَّمَكَ

أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ إِشْفَعْنَا لَكَ عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّىٰ يُرِيحَنَا

مِنْ مَكَانِنَا أَلَا تَرَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ۔

”پس حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں

گے، آپ ابو البشر آدم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہمتِ قدرت سے

پیدا کیا اور آپ کے جسدِ مبارک میں اپنی (مخلوق) روح پھونکی، آپ کو

اپنی جنت میں جگہ دی، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو

ہر شے کے نام سکھائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے

تاکہ ہمیں اس مشکل جگہ سے نجات عطا فرمائے، کیا آپ اس مشکل کو ملاحظہ نہیں فرماتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟

فَيَقُولُ إِنَّ سَأَلِي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ، بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَذَهَابِي
عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبْتُوا إِلَى
غَيْرِي إِذْ هَبْتُوا إِلَى نُوحٍ -

” حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے، بے شک آج اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب ظہور پذیر ہوا ہے کہ اس سے پہلے اس نے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی آئندہ فرمائے گا، مجھے اللہ تعالیٰ نے پورے سے منع فرمایا تھا، مجھ سے لغزش ہوئی جاؤ کسی اور کے پاس، نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔“

فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوَّلَ الرُّسُلِ
إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ إِلَّا تَرَى مَا بَلَّغْنَا إِلَّا لَشَفَعُ
لَنَا عِنْدَ سَائِكَ؟

” پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اہل زمین کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ”عبد شکور“ (شکر گزار بندہ) رکھا، کیا آپ ہماری مصیبت ملاحظہ نہیں فرماتے؟ کیا آپ ہمیں پہنچنے والی اذیت نہیں دیکھتے؟ کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟“

فَيَقُولُ إِنَّ سَأَلِي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ

قَبْلَهُ وَلَا يَعْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ نَفْسِي نَفْسِي -

” حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تحقیق میرے رب نے آج ایسا غضب کیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آئندہ ظاہر فرمائے گا اور فرمائیں گے نفسی نفسی (آج تو مجھے اپنا خیال ہے)۔“

حضرت انس کی روایت میں ہے :

وَيَذُكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالُهُ سَأَلَهُ

بِغَيْرِ عِلْمٍ -

” حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس لغزش کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے

لا علمی میں اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا :“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے :

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

” حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے، میرے لئے ایک دعا تھی

جو میں نے اپنی قوم کے لئے کر دی تھی :“

إِذْ هَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ

خَلِيلٌ لِلَّهِ -

” کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کہ

وہ اللہ کے خلیل ہیں۔“

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ

وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ

إِلَّا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ -

” پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں

گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیں ہیں،

اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ نہیں فرماتے؟

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا قَدِ كَرِهَ
مِثْلَهُ وَيَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ نَفْسِي نَفْسِي
وَالِكُنْ عَلَيْكُمْ مِثْلِي فَإِنَّهُ كَلِمَةُ اللَّهِ -

”حضرت ابراہیم علیہ السلام وہی کچھ فرمائیں گے جو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا اور اپنی وہ تین باتیں ذکر کریں گے جو بظاہر جھوٹ تھیں (درحقیقت جھوٹ نہ تھیں) نفسی نفسی، ہاں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔“

فَإِنَّ عَبْدًا اتَّاهُ اللَّهُ التَّوْرَةَ وَكَلَّمَهُ وَ
قَرَّبَهُ نَجِيًّا -

”بے شک وہ عبدِ مکرم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے توراہ دی، ان سے کلام کیا اور انہیں حالتِ مناجات میں قرب عطا کیا۔“
قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَ يَذْكُرُ
خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسِ وَالِكُنْ عَلَيْكُمْ
بِعَيْسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ -

”پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں اور اپنی لغزش اور قبضی کے قتل کرنے کا ذکر کریں گے۔ تم پر لازم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔“

فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَ الْكُنْ عَلَيْكُمْ

بِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَضْرًا
اللَّهُ لَدَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ -

” پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے، میں
شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبدِ مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دئے ہیں۔“

فَيَا تُونِي فَأَقُولُ أَسْأَلُهَا فَانْطَلِقُ فَاسْتَأْذِنُ
عَلَى مَا تَنِي فَيُؤْذَنُ لِي فَيَا ذَا سَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا -

” پھر میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ میں خاص شفاعت (کبریٰ)
کے لئے ہوں، میں دربارِ الہی میں جاؤں گا اور اجازت طلب کرونگا
مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو
سجدے میں چلا جاؤں گا۔“

ایک روایت میں ہے:

فَاتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَاخِرُ سَاجِدًا
” میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔“

ایک روایت میں ہے:

فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُكَ بِسَحَامِدٍ
لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيهَا اللَّهُ -

” میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کی ایسی تعریفیں
کروں گا جو اس کے الہام کے بغیر نہیں ہو سکتیں۔“

ایک روایت میں ہے:

فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَىٰ يَسْحَامِدَ وَحُسْنَ الشَّنَاءِ عَلَيْهِ
شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَىٰ أَحَدٍ قَبْلِي -

”اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی تعریفیں اور اپنی بہترین شتا منکشف فرمائے گا کہ
مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں کی“

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَأْسَكَ سَلِّ تَعَطُّ
وَاشْفَعْ تُشْفَعُ -

”حکم دیا جائے گا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ،
مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا، شفاعت کرو (تمہاری شفاعت قبول
کی جائے گی“

فَاَرْفَعُ رَأْسِي فَاَقُولُ يَا رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي

”میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت میری
امت!“ (بخش دے)

فَيَقُولُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ
مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنَ ابْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ
النَّاسِ فَيَمَّا سَوَىٰ ذٰلِكَ مِنْ الْاَبْوَابِ -

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے ان امتیوں کو جنت کے دروازے

سے داخل کرو جن پر حساب نہیں ہے اور وہ دوسرے دروازوں میں
باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں“

ایک اور روایت میں ہے :

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعِ رَأْسَكَ وَ قُلْ تُشْفَعُ
لَكَ وَ اَشْفَعْ تُشْفَعُ وَ سَلِّ تَعَطُّ فَاَقُولُ يَا رَبِّ

اُمَّتِي اُمَّتِي -

”مجھے کہا جائے گا اے حبیب! اپنا سر اٹھائیے اور کہئے، تمہاری سُنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے (جو مانگو گے) دیا جائے گا۔

تو میں کہوں گا، ”اے میرے رب، میری امت، میری امت“

فِيَقَالَ اِنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ
مِنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيرٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقْ
فَاَفْعَلْ -

”پس فرمایا جائے گا جیسے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جو کے
دلنے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لائیے چنانچہ میں جا کر انہیں نکال
لاؤں گا“

ثُمَّ اَسْرَجِعُ اِلَى رَآئِي فَاَحْمَدُكَ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ
وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ
مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

”پھر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں گا اور اس کی وہی تعریفیں
کرؤں گا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور حدیث شریف میں
فرمایا (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) رائی کے دانہ کی مثل یعنی جس کے دل میں رائی برابر
بھی ایمان ہو اسے آگ سے نکال لائیے تو میں انہیں نکال لاؤں گا“

ثُمَّ اَسْرَجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيهِ
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَذْنِي اَذْنِي مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

”پھر واپس جاؤں گا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وہی کچھ ذکر فرمایا جو اس سے پہلے گزر چکا، اس دفعہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رانی کے دانہ سے بہت ہی کم ایمان ہے اسے بھی آگ سے باہر لے آئیے، میں انہیں بھی نکال لاؤں گا،

ثُمَّ أَرْجِعْ وَذَكَرْ فِي الْمَرَّةِ الرَّابِعَةِ فَيُقَالُ
لِي أَسْرَفَ سَرَّ أَسْكَ وَفُلٌ تُسْمَعُ وَاشْفَعُ لَشَفَعُ
وَ سَلَنْ تُعْطَى فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِي مَنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

”پھر میں واپس جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چوتھی مرتبہ کہا جائے گا اپنا سر اٹھائیے اور کہئے، تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے تمہیں دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں اجازت عطا فرما! (تاکہ انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں)“

قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي
وَ كِبْرِيَاءِي وَ عَظَمَتِي وَ جِبْرِيَاءِي لَا أُخْرِجَنَّ مِنْ
النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

”ارشاد ہوگا اے حبیب! یہ تمہارے سپرد نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور عظمت و جبروت (قہر) کی قسم! میں کلمہ پڑھنے والوں کو آگ سے ضرور نکالوں گا۔“

حضرت قتادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں :
قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُولُ
يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّاسِ إِلَّا مَنْ حَبِسَهُ الْقُرْآنُ أَمْ

وَجَبَّ عَلَيْهِ الْخُلُودُ-

” راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن پاک نے قید کر دیا ہے یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے۔“

اس حدیث سے جو کتب صحاح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے،

چند مطالب ثابت ہوتے ہیں :

(۱) تمام اولین و آخرین، میدانِ محشر میں حیران اور پریشان ہو کر سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ اور شفیع تلاش کریں اور ان میں سے کوئی بھی پناہ حاصل کرنے اور وسیلہ ڈھونڈنے سے سرتابی نہیں کر سکے گا اور تمام لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر سولانِ عظام کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن رسولوں کے سرتاج، اولین و آخرین کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔

پس گنہگارِ ناہنجار، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ناامیدوار (مولوی اسماعیل دہلوی) جو ازراہِ برزہ سرائی اور یا وہ کوئی کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی سے التجا اور وسیلہ طلبی کے بغیر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے نہ ہونے ہوتے رحمتِ اللہیہ کا مستحق بن جائے گا، اس کا خیال خام اور سودائے نامتام ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمانِ فیضِ ترجمان :

فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى سَرِيحٍ

میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لئے رہوں، میں جاؤں گا اور

اپنے رب سے اجازت لوں گا،

ظاہر باہر ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

سَلِّ تَعْطَىٰ وَ اَشْفَعُ لُتَشْفَعُ

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت اور قبولیت شفاعت کے یقین کے بغیر یہ کلمہ (اَنَا لَهَا) کوئی معنی نہیں رکھتا پس شفاعت کی اجازت وہی ہے جو قرآن پاک میں ہے :

وَ اَسْتَغْفِرُ لِيذُنَيْكَ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ

اور قبولیت شفاعت کا یقین اس بشارت سے حاصل ہے :

وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت وہ دعا مقبول ہے جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھپا رکھی تھی (یہ کہا جاسکتا ہے کہ شفاعت آپ کو حاصل تھی۔

(۳) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی میں انتہائی وجاہت اور کامل محبوبیت حاصل ہے کیونکہ اس وقت تمام اولوالعزم رسول اپنی جگہ (خشیت الہی سے) کانپ رہے ہوں گے اور اپنے معاملے میں حیران ہوں گے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عزت و وجاہت اور محبوبیت و مقبولیت کے سبب شفاعت طلب کرنے والوں کا سوال پورا کرنے کے لئے قدم اٹھائیں گے اور ان کی شفاعت کی ذمہ داری انجام دیں گے۔

(۴) ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت، نجات کا سبب نہیں بنے گی جو توحید کے اقراری اور رسالت کے منکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ توحید و رسالت کے ماننے والوں کی بخشش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے کے بغیر نہیں فرمائے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انتہائی عزت اس حدیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بارگاہِ الہی میں قبولیت اور اجابت، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کا استقبال کرے گی کیونکہ دعا سے پہلے ارشاد ہوگا :

سَلِّ تَعْطَىٰ وَ اَشْفَعُ تَشْفَعُ
(مانگئے، تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، قبول کی جائیگی)

(۶) اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے حال پر کمال شفقت و رحمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن، فکرِ امت کے علاوہ کوئی امر پیش نظر نہیں ہوگا چنانچہ دوسرے رسولان گرامی کو اپنی فکر ہوگی، وہ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور رحمتِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت کی فکر ہوگی اور آپ امتی امتی کہیں گے۔

(۷) کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومن، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے کیونکہ وہ یقیناً ذرہ کی مقدار ایمان رکھتے ہیں لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں بھی شامل ہوگی، رہا معتزلہ کا یہ گمان کہ شفاعت کبیرہ گناہوں

لے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں سے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

لے امام اہل سنت فرماتے ہیں سے اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کے بھنڈا نے میں دخل نہیں رکھتی تو یہ اس سر پار سوائی گروہ کی جہالت اور نادانی ہے۔

۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوضَعُ لِذِي نَبِيَّاتٍ مَنَابِرٌ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا
وَ بَيْتِي مِثْلَ بَيْتِي لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ قَاتِلًا بَيْنَ يَدَيَّ
رَبِّي مُنْتَصِبًا-

” حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے راوی ہیں کہ انبیاء کرام کے لئے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ بیٹھ جائیں
گے، میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، میں اللہ تعالیٰ
کے دربار میں کھڑا رہوں گا“

فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ
بِأُمَّتِكَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ عَجَبٌ حِسَابُهُمْ فَيَدْعُوهُمْ
فِي عَاسِبُونَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ
وَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي -

” اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے حبیب! تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت
سے کیسا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان کا حساب
جلدی فرما، پس انہیں بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا، ان میں
سے بعض وہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں
گے اور بعض میری شفاعت سے“

وَلَا أَرَأَى أَنْ أَشْفَعُ حَتَّى أُعْطَى صِكًّا كَأَيِّ حَبَالٍ
قَدْ أُمِرَ بِهِ إِلَى النَّارِ حَتَّى أَنْ خَائِرَانَ النَّارِ يَقُولُ
يَا مُعَدِّدُ مَا شَرَكْتَ لِيغْضِبَ رَبِّكَ فِي أُمَّتِكَ

مِنْ لَقْمَتِي -

” اور میں شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے ایسے لوگوں کے ناموں کے دفتر دیدئے جائیں جنکے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا اور مجھے جہنم کا دار و غدہ کہے گا یا رسول اللہ! آپ نے تو اپنی امت میں خدا کے غضب کی کچھ منرا بھی نہیں رہنے دی۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت و محبت کے سبب آپ کی امت کے ساتھ آپ کی رضا کے موافق معاملہ فرمائے گا، آپ کی درخواست کے مطابق ان کے حساب و کتاب میں جلدی فرمائے گا، جو لوگ بے گناہ ہوں گے جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ان کے لئے عذاب سے نجات دینے میں نہ ہوگی بلکہ حساب کی جلدی میں ہوگی اور جو گنہگار ہوں گے اور اپنے اعمال کے سبب گرفتار ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی شفاعت ان کی نجات کا سبب ہوگی یہاں تک کہ جن کے جہنم میں جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے فیض سے رہائی پا جائیں گے اور دوزخ کا دار و غدہ آپ سے عرض کرے گا کہ آپ نے اپنا کوئی امتی اللہ تعالیٰ کے غضب کے لئے نہیں چھوڑا۔

۵- سَارُوِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي -

” میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے

مرتکب ہوں گے۔“

۶- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي

اِنَّ مِنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيْرَ نِيْ بَيْنَ اَنْ يَّتَدَخَلَ
نِصْفُ اُمَّتِيْ الْجَنَّةَ وَ بَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ
الشَّفَاعَةَ وَ هِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔

” میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے
مجھے اختیار دیا کہ میری نصف امت جنت میں چلی جائے، اور شفاعت
میں، پس میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ شفاعت اس شخص کے لئے
ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا“
مختصر یہ کہ اس سلسلے میں بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں اور جتنی
ہم نے ذکر کر دیں وہی کافی ہیں۔

تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو | اب جبکہ عام شفاعت کی حقیقت معلوم
ہو گئی اور سید الاولین و الآخرین صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص شفاعت کا حال واضح ہو گیا، قائل کے بے فائدہ کلام میں غور
کرنا چاہئے جس کے پس یا جھوٹ ہونے کے بارے میں مستفتی نے سوال کیا ہے۔ جاننا
چاہئے کہ وہ کلام اول سے آخر تک ناقص اور نام کا مجموعہ ہے بلکہ پختہ سودا اور خیال
غام ہے۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں :

- (۱) اس قائل نے امیدوار ہونے کو بھول قرار دیا ہے۔ ہم بے طاقت گنہگاروں
شفاعت کے امیدواروں کو غلط فہمی (اور جہالت) سے منسوب کر کے خود غلطی
میں واقع ہوا ہے اور دوسروں کو غلطی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ ثابت
ہو چکا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اہل کبار کے لئے یقینی ہے
لہذا امیدواروں کو غلط سمجھنے اور بھولنے والا کہتا بہت بڑی خود فراموشی غلط فہمی

اور بد دینی ہے، خدا کرے جو شفاعت سے ناامید ہونا امید رہے۔

(۲) اس قائل نے سفارش کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ان تینوں قسموں میں سفارش کا معنی درست نہیں ہے کیونکہ پہلی اور دوسری صورت میں حکم چلانا اور فرمان جاری کرنا پایا جاتا ہے (سفارش نہیں ہے) تیسری صورت میں بادشاہ نے مجرم پر خود رحم لکھایا ہے وہ اپنے اہلین کا لحاظ رکھتے ہوئے خود رحم کا اظہار نہیں کر سکتا، مجبوراً یہ بہانہ تراشا کہ کسی کو اس کا سفارشی ظاہر کر کے معافی کا اعلان کرتا ہے، یہ سب مکر و فریب ہے،

اور یہ قائل یا تو جاہل ہے جو اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا چاہتا ہے اسے سفارش کا معنی ہی معلوم نہیں، یا عالم ہے جو جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ سفارش کا معنی الٹ دکھاتا ہے۔

(۳) اس شخص نے پہلی قسم کا نام شفاعت و جاہت رکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس نے و جاہت کا معنی نہیں سمجھا یا سفارش کا معنی نہیں جانا کیونکہ صورت مذکورہ میں جرم اس لئے معاف کیا گیا ہے کہ شفاعت قبول نہ کرنے کی صورت میں ضرر کا خوف ہے اور یہ معنی نہ لفظ شفاعت سے سمجھا جاتا ہے نہ و جاہت سے، نہ معلوم یہ معنی اس تخریب کے لکھنے والے کے دل میں کہاں سے آگیا اور لفظ مذکور (شفاعت و جاہت) لحاظ اور پاسداری کے معنی سے نکل کر خود ساختہ معنی (سینہ زوری) میں کس طرح استعمال ہوا اور عقائد کے مذکورہ رسالہ (تقویۃ الایمان) میں کس طرح مذکور ہوا اور چند بازاری قسم کے لوگوں میں کیسے مشہور ہوا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انبیاء و مرسلین کی تعریف و جاہت سے فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا :

وَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا :

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

مفسرین نے آخرت میں وجاہت کی تفسیر شفاعت سے کی ہے، اس سے قائل مذکور کی تفسیر قرآن سے واقفیت معلوم کی جاسکتی ہے۔

سوال اس قائل نے اصطلاح بنائی ہے کہ پہلی صورت کو شفاعت بالوجاہت کہا جائے گا، اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کہنا کہ پہلی صورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پائی جاسکتی ہے شرک اور جہالت ہے۔

جواب جو الفاظ قرآن و حدیث میں استعمال ہوئے ہیں، ان میں اصطلاح بنانا اور

انہیں معانی فاسدہ کے مقابل مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی اصطلاح کا

اختیار کرنا لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں ڈالنے کے مترادف ہے مثلاً کوئی

شخص کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں اور یہ بات ایسی کتاب

میں لکھ دے جو عوام الناس کو عقائد سکھانے کے لئے لکھی ہے، جب کوئی

اس پر مواخذہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت کی نفی

کفر اور نصوص کا انکار ہے، تو کہہ دے کہ نبوت و رسالت کا معنی غلبہ اور تسلط ہے

اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر غلبہ

اور تسلط ثابت کرنا شرک اور کفر ہے، کیا ایسے بے دین کو ایسی اصطلاح میں

معذور قرار دیا جائے گا اور عذر میں یہ کہا جاسکے گا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں

ہے؟ ہرگز نہیں، وہ شخص محض اس اصطلاح کے بنانے سے کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت

موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہیں اور

جب اس پر کوئی شخص گرفت کرے کہ ان حضرات سے وجاہت کی نفی کفر صریح

ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اصطلاح بنائی ہے کہ وجاہت میں تسلط اور ضرر پہنچا سکنے کی قدرت معتبر ہے اور یہ معنی ان انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے یقیناً منتفی ہے وہ بے دین محض اس اصطلاح کے قائم کرنے سے دائرہ ایمان سے یقینی طور پر خارج ہو جائے گا اور یہ کہنا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں اس کے لئے وجہ معذرت نہیں بن سکتا۔

بایں ہمہ یہ قائل اپنی اصطلاح کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ اس صورت کو شفاعت و جاہت کہتے ہیں لہذا وہ شفاعت مذکورہ کے علاوہ جھوٹ اور افتراء میں بھی مبتلا ہوا ہے، ہم گمراہی اور گمراہ گرمی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۲۔ قائل مذکور کا یہ قول :

اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے (الی آخرہ)

ماقبل سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ اس کلام کا معنی جیسے کہ مقام ثانی میں مذکور ہو گا یہ ہے ہزار ہا انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور حضرت جبریل امین اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزار ہا مثالوں کے ساتھ ایجاد کا تعلق صحیح ہے، کارخانہ کے ملک الہی میں کسی کے دخل کے نہ ہونے سے اس معنی کا کوئی واضح تعلق نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ایک بادشاہ کے کارخانہ حکومت میں کسی امیر یا وزیر کو دخل اور بڑا تسلط ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے بادشاہ کو رونق اور سلطنت کی حفاظت کیلئے ماننا پڑتا ہے، اس کلام کی نفی میں نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ اگر چاہے تو دوسروں کو اس امیر کے مرتبے تک پہنچا دے اور رعایا کو اس عالی مرتبت امیر کے برابر کر دے کیونکہ اس سے کارخانہ حکومت میں اس امیر کی مداخلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ کہنا یوں چاہئے تھا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں کسی قسم کی مداخلت حاصل نہیں ہے،

حتیٰ۔ اس کی رنجیدگی اور ناخوشی سے کارخانہ الٰہی میں بے رونقی کا امکان ہوتا خواہ وہ شخص ممکن الوجود ہو یا ناممکن اور خواہ اس شخص کی بہت سی مثالیں ہو یا وہ بے نظیر ہو، پس یہ کلام فی نفسہ باطل ہونے کے باوجود (جیسا کہ مقامِ ثانی میں آئے گا) ماقبل سے بھی بے تعلق ہے اور اگر تکلف سے تعلق دکھایا بھی جائے تو اس کلام میں قباحت اور بڑھ جائے گی جیسا کہ عنقریب مقامِ ثالث میں آئے گا۔

۵۔ اس کا یہ قول

اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الیٰ آخرہ)

ماقبل سے متعلق نہیں ہے، مقام کے مناسب یہ تھا کہ کہتا ہر شخص کو رونق اور عزت اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے، اس کے کارخانہ قدرت کو کوئی شخص کیسے رونق دے سکتا ہے؟ اس کا یہ فقرہ :

• اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبری سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں (تقویۃ الایمان)

بلا تکلف کلام کے سیاق و سباق کے مطابق نہیں، ہاں اس عبارت کے ہر فقرہ سے ایک غرض قائل کے دل میں پوشیدہ ہے جسے مقامِ ثالث میں واضح کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ

۶۔ اس نے دوسری قسم کو شفاعتِ محبت کہا ہے، کتاب ہے اس کو شفاعتِ محبت

کہتے ہیں، یہ معنی اور تفسیر بھی اس کی خود ساختہ ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا کہ

مستشفع الیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی شفیع سے محبت، قبولیتِ شفاعت کا

سبب ہے، شفاعت کا قبول کرنا آثارِ محبت سے ہے اور محبوب کی رضا خواہی

اس صفت (محبت) کا مقتضایہ ہے، مجبوری، اضطرار اور دل آزاری کا اندیشہ، شفاعت

محبت میں داخل نہیں ہے اور جب مجبوری اور اضطرار تک معاملہ پہنچ جائے تو شفاعت کا معنی باطل ہو جائے گا اور اس جگہ حکمرانی اور فرمان جاری کرنے کو معنی درست ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

کی تفسیر اور اس کے علاوہ گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے سبب آپ کی رضا کا طالب ہے اور بلاشبہ محبت کی شان محبوب کی رضا جوئی ہے اور کوئی محبوب اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی شفاعت اس کے محب کی بارگاہ میں مردود ہو اور اس کا وسیلہ بچڑنے والا محب کے دربار سے ناکام لوٹا دیا جائے۔

۷۔ یہ قائل جو بارگاہ الہی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء کی شفاعتِ محبت کی نفی کرتا ہے، دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء سے محبت ہی نہیں، شفاعتِ محبت کیسے مستحق ہوگی، یہ کفر صریح ہے اور نصوصِ قطعیہ و احادیث صحیحہ کا انکار ہے، یا محبت کو قبولِ شفاعت کا سبب نہیں مانتا، یہ عقیدہ بھی نصوصِ صریحہ اور احادیث صحیحہ کے انکار تک لے جائیگا جیسا کہ

وَالصُّحْحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ

اور دوسری آیات کی تفسیر اور احادیث میں مذکور ہوا، اور اگر کہے کہ اصطلاح بنائی گئی ہے کہ اضطرار، مجبوری اور اندیشہ دلائل زاری، شفاعتِ محبت کے مفہوم میں ماخوذ ہے تو اس کا جواب تیسری وجہ میں گزر گیا ہے۔

۸۔ اس کا قول :

”مالک اپنے بندوں کو (الیٰ آخرہ)

گزشتہ کلام سے موافقت اور مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام مقرب فرشتے اور انسان اس کے بندے ہیں اور راہِ بندگی سے باہر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، اس سے لازم نہیں آتا کہ کوئی فرشتہ اور کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے دربار میں عبوب نہ ہو اور کسی کی شفاعت محبوبیت کے سبب مقبول و منظور نہ ہو، البتہ اس عبارت میں قائل کی ایک غرض پوشیدہ ہے جس پر مقامِ ثانی میں تنبیہ کی جائیگی۔

۹۔ اس قائل نے تیسری صورت کا نام شفاعت بالاذن رکھا ہے حالانکہ جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے، شفاعت بالاذن کا معنی یہ ہے کہ جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے شفاعت کرنے والے کو مستشفع الیہ کے سامنے اس کی شفاعت پیش کرنے کی اجازت ہو، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ مستشفع الیہ کو شفاعت سے پہلے اس مجرم پر رحم آیا ہو لیکن وہ اپنے قانون کی حفاظت کے پیش نظر اس مجرم کا گناہ معاف نہ کر سکتا ہو، اگر اسے شفاعت سے پہلے رحم آیا ہو تو شفاعت رحم اور معافی کا سبب نہیں ہوگی بلکہ اس صورت میں شفاعت لغو اور بیکار ہوگی اور اگر شفاعت فائدہ مند ہے تو مستشفع الیہ کے لئے ہوگی نہ کہ اس شخص کے لئے جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے کیونکہ صورت مذکورہ میں مستشفع الیہ کو شفاعت کے ذریعے اپنے قانون کی حفاظت کا موقع ملا ہے اور مجرم پر رحم کھانے کا بہانہ سامنے لاسکا ہے ورنہ اس بیچارے کو اپنے قانون کی حفاظت کرتے ہوئے مجرم کو معاف کرنے کی کوئی صورت نہ ملتی، رہا مجرم جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے اسے تو بخشنے والے کا رحم اور اپنے جرم کی سزا سے نجات درکار ہے اور وہ شفاعت سے پہلے ہی حاصل ہے لہذا شفیع کا اس کے حال پر کونسا احسان ہے اور شفاعت کو اس کی نجات میں کیا دخل؟

قائل مذکور اس جگہ انصاف کرتے ہوئے خود کہہ گیا ہے کہ اس صورت میں حقیقت شفاعت متحقق نہیں ہے بلکہ بادشاہ لوگوں کے دلوں میں بظاہر اس امیر کی عزت افزائی بٹھانے کے لئے اس امیر کی نام نہاد شفاعت کی بنا پر مجرم کا جرم معاف کر دیتا ہے، دراصل یہ شفاعت ہے ہی نہیں کیونکہ اسے مجرم کے حق میں رحم کھانے اور بخش دینے میں کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

مثلاً اگر کوئی خدمتگار نافرمانی کا مرتکب ہو کر گرفتار ہو جائے اور مخدوم بظاہر بیزار ہے اور دلی طور پر اس بدکردار کو معاف کرنے کے بہانے کا مثلاًشی ہے اس بنا پر کسی شخص کو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے فلاں خدمتگار کے جرم کی معافی کا مطالبہ کرو اور اس کے رویے سے درگزر کا مجھ سے تقاضا کرو کیونکہ میں اسے معاف کرنا چاہتا ہوں مگر اس خیال سے کہ دوسرے خدمتگاروں کی نظر میں نافرمانی معمولی دکھائی نہ دے اور ان کے دل میں میرے فرمان کی تعظیم و تکریم کم نہ ہو جائے، میں بغیر کسی بہانے کے اسے بر ملا معاف نہیں کر سکتا اور اپنی بخشش کا اظہار نہیں کر سکتا، وہ شخص مخدوم کی مرضی پا کر خدمتگار کی معافی اور مغفرت کی درخواست پیش کر دیتا ہے اور مخدوم جو بہانے کی تلاش میں تھا اس کی درخواست کو غنیمت جانتے ہوئے اس خدمتگار کو معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعی شفاعت ہے کیونکہ مخدوم نے جو خادم پر رحم کیا اور اسے معاف کر دیا اس میں شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر اس شفاعت نے فائدہ دیا ہے تو مخدوم کو دیا ہے کہ اس شفاعت کے طفیل اسے معاف کرنے کا بہانہ مل گیا، اس شفاعت نے خادم کو کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ اس کی نجات کا سبب مخدوم کا وہ رحم ہے جو شفاعت سے پہلے ہی موجود تھا، ایسا شفیع، خادم پر اس وقت تک ہی احسان جتلا سکتا ہے جب تک

حقیقتِ حال اس پر منکشف نہ ہو اور اگر خادم کو حقیقت کا پتہ چل جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مجھ پر کیا احسان جتلا رہے ہو؟ تم نے کیا کیا؟ میرے آقا کو مجھ پر رحم آیا اور اس نے معاف کر دیا، اسی طرح لوگوں کے دلوں میں مخدوم کے دربار میں اس شفیع کی عزت افزائی کا احساس اس وقت تک رہے گا جب تک وہ یہ سمجھتے رہیں گے کہ مخدوم نے اس کی شفاعت کے سبب فلاں خادم کو معاف کر دیا ہے اور اگر انہیں پتہ چل جائے کہ مخدوم نے از خود معاف کیا ہے، شفاعت صرف بہانہ تھی تو شفاعت کرنے والے کی عزت ان کے دلوں میں کیا بڑھے گی؟ پس ظاہر ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ بظاہر شفاعت ہے درحقیقت شفاعت نہیں ہے، یہ مطلب بھی اس قائل کا خود ساختہ ہے۔

در اصل شفاعت بالاذن، شفاعتِ محبت کے مقابل نہیں ہے بلکہ دونوں شفاعتِ محبت اور شفاعتِ وجاہت، شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں کیونکہ کوئی مقرب مالک کے سامنے کسی کے گناہوں کے بخشنے یا مراتب کے بلند کرنے کے لئے اس طرح شفاعت کرتا ہے کہ اس مقرب کو مالک کی بارگاہ میں ایسے شخص کے بارے میں بات کہنے کی اجازت حاصل ہے جیسے کہ حضرات انبیار و اولیاء کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمانداروں کے بارے میں درخواست پیش کرنے کی اجازت ہوگی اگرچہ وہ ایماندار کبار کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوں جیسے کہ اس سے پہلے آیات و احادیث سے ثابت و واضح ہو چکا ہے۔

اس شفاعت بالاذن کی دو قسمیں ہیں :

- (۱) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی وجاہت ہے۔
- (۲) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی محبت ہے۔

یہ مسئلہ شفاعت کی دونوں قسموں کا مقبول ہونا، اس سے پہلے کتاب و

سنت سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۔ قائل مذکور کا یہ قول

”مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں

ٹھہرایا“ (الی آخرہ)

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر گنہگار ایک سے زیادہ مرتبہ جرم نہیں کرتا اور اپنے کئے پر پشیمان ہے تو اس کے حق میں شفاعت بالاذن ہو سکتی ہے حالانکہ اگر اس نے متعدد بار جرم کیا ہے اور اپنے جرم پر پشیمان اور شرمندہ نہیں ہے چوری اس کا پیشہ ہے اور یہ جرم ہمیشہ کرتا ہے تو بھی آیات و احادیث کی رو سے اس کے لئے شفاعت ہو سکتی ہے کیونکہ بار بار گناہ کرنے سے شرک اور کفر لازم نہیں آتا حتیٰ کہ وہ شفاعت سے محروم ہو جائے، گناہ کبیرہ کا مرتکب ایماندار اگرچہ اس نے توبہ نہ کی ہو اور وہ نادام اور پشیمان نہ ہو، شفاعت کا مستحق ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

”میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے

مرتکب ہوں گے“

نیز فرمایا :

أَتَرُونَهَا لِلْمُتَّقِينَ وَالْكِبْرَاءِ لِلْمُذْنِبِينَ

الْخَطَاةِ

”کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میری شفاعت پر ہیزگاروں کے لئے (ہی)

ہوگی (نہیں بلکہ) تھقیق میری شفاعت گنہگاروں اور بہت بڑے گنہگاروں

کے لئے ہوگی۔“

اور اگر گنہگار اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اس نے دوبارہ گناہ نہیں کیا تو وہ خود تائب ہے کیونکہ توبہ کا معنی گناہ پر نادم ہونا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ عزم بھی ہو کہ یہ گناہ دوبارہ نہیں کرونگا اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں، پس وہ گنہگار (جس نے توبہ کر لی ہے) نجات یافتہ ہے۔ اسے شفاعت سے کیا تعلق اور اسے شفاعت کی کیا ضرورت؟

۱۱- اس کا یہ قول :

” اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا“

جہلا کر کو فریب دینے والی کیسی عجیب بات ہے، یہ قائل ابلہ فریب انداز بیان سے توسل اور طلبِ شفاعت (جو تمام اہل ایمان کے نزدیک نص صریح سے ثابت ہے) کی نفی کرنا چاہتا ہے، اس مکر و فریب کی وضاحت سنئے! اگر اس قائل کا یہ مقصود ہے کہ مجرم کسی امیر وزیر کی پناہ اس لئے نہیں ڈھونڈتا کہ اس امیر و وزیر کو بادشاہ کا مقابل اور ہمسر سمجھتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر بادشاہ مجھے قطعی طور پر سزا دینا چاہتا ہے تو کوئی امیر اور وزیر اس کی مزاحمت اور مدافعت کر سکتا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے پناہ لینے کی نفی درست ہے لیکن اس سے قائل کا یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا کہ وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہو جائے،

اور اس کا یہ قول :

” اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں

کیا حکم فرماوے۔“

درست نہیں رہتا کیونکہ اس قول کا مطلب وسیلہ اور شفاعت للرب کرنے کی نفی ہے، اس کا یہ کہنا کہ :

”کسی کی پناہ نہیں ڈھونڈتا“

باطل اور نص کے مخالف ہے کیونکہ اس سے پہلے احادیث شفاعت میں بیان ہو چکا ہے کہ مومن بلکہ تمام اولین اور آخرین، میدانِ محشر میں حیران و پریشان ہو کر شفاعت کرنے والے اور وسیلہ کو تلاش کریں گے، پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس مخلوق کے لئے شفاعت طلب کرنے اور گناہوں کی مغفرت چاہنے جائیں گے، آخر میں حضور سیدالابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور التجا کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے، اس قائل کے دل میں ایک اور غرض پوشیدہ ہے اور اس کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ توسل اور شفاعت طلب کرنے کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں اور وسیلوں کا بخشش میں دخل ہے وہ شفاعت کے مستحق نہیں ہیں پس جاہلوں کو فریب دینے والے ایسے کلمات سے بازاری قسم کے عوام کو اپنے جال میں لانا چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰات والسلام اور اولیاء کی شفاعت اور وسیلے کی نفی کو عوام کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔

۱۲۔ اس کا یہ قول،

مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کر (الی آخرہ)

ایسے مقام میں کتنی سخت بات کہہ گیا ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ مجرم پر رحم فرمانے کے باوجود قانون کا پاس

کرتے ہوئے اسے منافی نہ کر سکے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔

”اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں، وہ جو کچھ کرتا

ہے اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی (البتہ) ان سے پوچھا جائیگا“

آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ اس عقیدہ کی تلقین کرتی ہیں کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَخْفِرُ الذُّنُوبَ، جَمِيعًا

”اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا“

اور اس کی بخشش بے پایاں کو بیان کرتی ہیں، دیکھنا چاہئے کہ یہ علامہ زماں کس بے باکی

سے اندھوں کی طرح چلتا ہے، نہ خود غور کرتا ہے نہ اس کے معتقدین اس انداز سے

آگاہ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اس کا یہ کہنا

”اوس امیر نے اوس چور کی (الی آخرہ)

ایسا کلام بے جو جا بلوں کو فریب دینے کے لئے بنا سنوار کر پیش کیا گیا ہے

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بلند مرتبہ امیر، بادشاہ کے دربار میں عزت و منزلت

رکھتا ہے، اس کی عزت، محبوبیت اور بلندی مرتبت کے سبب اسے دربار شاہی میں

بخشش طلب کرنے کے لئے گفتگو کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بات کا وزن ہونا

ہے اور اس کی درخواست مقبول ہوتی ہے، وہ ازراہ تہنم یا اس لئے کہ مجرم

نے اسے وسیلہ بنایا ہے یا اسکی بے کسی اور بے چارگی پر نظر کرتے ہوئے

ایسے مجرم کی شفاعت کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس کی سزا کا حتمی فیصلہ نہیں کیا،

اس امیر کی شفاعت مقبول و منظور ہوتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر

مجرموں کا حمایتی ہے اور بادشاہ کے فرمان سے سرکش ہے، اس کی مزاحمت کرتا ہے اور اس کا مد مقابل ہے اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ عالی قدر امیر اس گنہگار کی سفارش کی بنا پر بدکردار چوروں کا سامنی قرار دیا جائے۔

ہاں اگر ایسا ہو کہ کوئی شخص چوری کو جرم نہ سمجھے، چور کو مجرم نہ جانے، چور کی رہائی کے لئے شور و شر برپا کرے اور بادشاہ کی نافرمانی کی ٹھان لئے وہ خود مجرم، گنہگار اور بدکردار چوروں کا شریکِ کار ہے، اسے شفیع نہیں کہا جاسکتا، سوائے اس قائل کی اصطلاح کے جو عقائدِ دین کے باب میں ہی اصطلاحیں اختراع کرتا ہے اور ایسی اختراع پر ہزار آفرین کا منتظر ہے۔

۱۳۔ اس کا یہ کہنا :

”سوائے اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے“ (الیٰ آخرہ)

یقیناً باطل ہے اور اصول یعنی قرآنِ پاک، احادیثِ سید المرسلین، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔

قرآنِ پاک کی آیات :

(۱) یَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت اہل شخص کے لئے فائدہ مند ہوگی جس کے لئے اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا اور جس کی گفتگو یعنی کلمہ شہادت پسند فرمائی ہے، اس قائل کے قول و اعتقاد سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت کو کسی کی نجات میں دخل نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک شفاعت اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے بعد ہوگی اور اللہ تعالیٰ شفاعت کے دخل کے بغیر محض اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش دیتا ہے، پس اس قائل کی دانست میں شفاعت بے فائدہ اور بے کار ہے اور کسی کی

شفاعت بھی فائدہ مند اور نافع نہیں ہے، شفاعت صرف اس صورت میں متصور ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے رحم فرمائے اور بخش دینے کے بعد ہو۔

(۲) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

اس آیت سے بھی قائل مذکور کی مرضی کے خلاف، اس شخص کی شفاعت ثابت ہوتی ہے جسے بارگاہِ الہی میں عرضِ مدعا کا مقام حاصل ہے اور اس شخص کے حق میں کہ اس کی مغفرت طلب کرنے سے ممانعت وارد نہیں ہے،

(۳) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا
تَّاجِبًا۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخشش طلب کرنے پر مرتب اور معلق فرمایا ہے اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بخشش طلب کرنا اور شفاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے سبب نہ ہوتا تو اس تعلق کا کوئی مطلب نہ ہوتا، ایسی بات سے خدا کی پناہ!

(۴) سَلَامٌ عَلَيْكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامٌ مَثَهُمْ مِنْ أَجْلِ كَرَامَتِهِ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”ان کی سلامتی صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و کرامت کے سبب واقع ہوئی کہ آپ تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں“

احادیث مبارکہ

(۱) فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تَرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأَمْتِكَ؟

اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتے ہوئے فرمائے گا تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے وہ معاملہ کر لیں جو کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت میں عرض کریں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگاروں کی نجات اور قیدیوں کی رہائی کا سبب ہوگی۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ
وَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِيْ-

یہ حدیث نص صریح ہے اس پر کہ بعض محض رحمت الہی سے اور بعض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے، کون مدعی اسلام ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ صادق سہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تکذیب کر سکتا ہے،

(۳) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث شفاعت میں فرماتے ہیں :

فَيَقُولُونَ اَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى

اٰخِرَ الْحَدِيثِ

اس حدیث سے ثابت ہے کہ میدانِ محشر میں وسیلہ اور شفیع تلاش کئے بغیر چارہ نہ ہوگا اور حضور سید الشافعیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لئے بغیر گزارہ نہ ہوگا۔ اس قائل نے جو ذرائع اور وسائل کی نفی کی ہے، نص صریح اور حدیث صحیحہ کا انکار کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اور اس کے معتقدین اپنی دانست میں حدیث شریف کے ان الفاظ

يَجْمَعُ اللَّهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

(اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا)

میں داخل نہ ہوں، نعوذ باللہ من ذلک!

(۴) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عِثْمَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا كَلِمًا
اسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ -

”تحقیق عثمانِ غنی کی شفاعت کے سبب سے ستر ہزار ایسے افراد
بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جو سب کے سب دوزخ کے
مستحق ہو چکے ہوں گے“

اس کے علاوہ بہت سے آثار اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں کہ ان میں
سے بعض اس سے پہلے مذکور ہوئیں جو (قائلِ مذکورہ کی) گفتگو کے ابطال کے لئے
کافی اور کمزور ایمان والوں کی سمجھ کی بیماریوں کے لئے شافی ہیں۔

اجماعِ مسلمین

تمام اہل اسلام قائل ہیں کہ شفاعت لغو اور بیکار نہیں ہے، اختلاف یہ
ہے کہ اہل سنت و جماعت اور دیگر فرق اسلامیہ، معتزلہ اور ان کے قدم بہ قدم
چلنے والوں کے علاوہ شفاعت کو گناہوں کی سزا سے نجات کے لئے بھی سبب مانتے
ہیں، معتزلہ اور ان کے متبعین شفاعت کو بلند می درجات کا سبب مانتے ہیں، گناہوں
کی معافی کا سبب ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ قائل تمام اہل اسلام کے برخلاف
شفاعت کو بیکار اور بے دخل مانتا ہے، ظاہری طور پر کہتا ہے کہ شفاعت اللہ تعالیٰ
کے رحم فرمانے اور معافی دینے کے بعد ہوگی (ورنہ) اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دراصل
شفاعت متحقق ہی نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہو چکا۔

اس تمام گفتگو کے باوجود (ایک اور امر قابلِ توجہ ہے) اس سے پہلے گزر چکا کہ
ایک شخص کا دوسرے کے لئے شفاعت کرنا اور دوسرے کے لئے دعا کرنا درحقیقت ایک

ہی ہے لہذا شفاعت کو بے دخل اور بیکار جاننا ایک شخص کی دوسرے کیلئے دعا کو بے دخل اور بیکار جاننا ہے، یہ بھی کتاب سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

عقل سلیم کا فیصلہ

اس سے پہلے گزر چکا کہ شفاعت وہی ہے جس کا کچھ اثر بھی ہو (اگر شفاعت کا کچھ بھی اثر نہ ہو تو وہ شفاعت ہی نہ ہوگی) اور وہ جو اس قائل کا گمان ہے، غلط بیانی، حید سازی اور مکر و فریب ہے، پس جاہلوں کے اس گمراہ کنندہ کے گمراہ اور گمراہ کن حال پر اس ہدایت دہندہ آیت کا مضمون صادق آتا ہے :

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ
الْإِنْسِ وَالْحِجَى يُؤْحَى بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مُّخْرِفَ الْقَوْلِ
وُغُورًا -

” اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے، انسانوں اور جنوں

کے شیطان کہ دھوکہ دینے کے لئے ان میں سے بعض، بعض کے دلوں میں

ایسی باتیں ڈالتے ہیں جو بظاہر حسین ہوں“

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے احادیثِ صادقہ میں بیان فرمایا ہے، پردہِ غیب سے عرصہِ ظہور پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے ہمیں شیطان اور اس کے مکر سے بچائے

اور اس کے جالوں اور جکڑ بند سے نجات عطا فرمائے، اپنے عزت والے، بیان فرمانیوالے

حبیب اور شفیع المذنبین کریم و امین رسول اور ان کی روشن چہرے والی بابرکت آل اور ان کے

سابقین اولین اور اصحابِ ہمین صحابہ کے طفیل، آمین یا رب العالمین۔

مقامِ ثانی

حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قائل

بے فائدہ کلام کا بطلان بیان کرنے میں

وہ بے فائدہ کلام یہ ہے :

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے

چاہے نو کروڑوں نبی و وحی و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

برابر پیدا کر ڈالے۔“

امکانِ نظیر کا مطلب | یہ کلام نا تمام جھوٹ، خلاف واقع اور بے نور لاف و گزاف ہے۔

پہلے یہ جانا چاہئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس

قائل کی مراد وہ افراد نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حقیقتِ انسانیہ

میں شریک ہوں کیونکہ ہر زمانے میں سینکڑوں انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور مشیت

شاملہ سے موجود ہوتے ہیں۔ آج بھی ہزاروں انسان روئے زمین پر موجود ہیں، یہ کہنا کہ

” اس کی شان یہ ہے کہ جب چاہے سینکڑوں انسان ایک آن میں ایک کلمہ کن سے

پیدا کر دے“ نہ تو محتاجِ بیان ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہے

بلکہ اس قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت اور ان تمام اوصاف

کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفرحِ ممکنات صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

اولیٰ وجہ اب سنئے! اس قائل کا کلام دو وجہوں سے کاذب اور باطل ہے،
 اردو دان حضرات پر مخفی نہیں کہ ایک شخص کہتا ہے " فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر کے"
 دوسرا شخص کہتا ہے " فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر ڈالے " ان دونوں میں فرق ہے
 کیونکہ پہلے کلام کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی قدرت کا تعلق فلاں کام سے ہو سکتا ہے
 اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی صفتِ تکوین کسی فعل کا کرنا، کا تعلق اس
 کام سے ہو سکتا ہے کیونکہ " کر ڈالنے " کا مطلب فعل کا واقع کرنا اور وجود میں لانا ہے
 نہ کہ اس فعل پر قادر ہونا اور کر سکتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ :

" فلاں شخص چاہتا تو فلاں کام کر ڈالتا "

اور دوسرا شخص کہے کہ :

" فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر کے یا چاہے تو کر ڈالے "

ان میں بھی بہت فرق ہے، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر فلاں شخص ابتداءً چاہتا تو
 فلاں کام کر سکتا تھا یا وقوع میں لاسکتا تھا
 لیکن اب کسی مانع کے سبب نہیں کر سکتا اور دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص
 اگر چاہے تو فلاں کام اس وقت کر سکتا ہے یا وقوع میں لاسکتا ہے مثلاً ایک امی (ماخوذہ)
 کہے کہ :

" چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جبر کتاب کا لکھ ڈالوں "

اردو زبان سمجھنے والا اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت
 صفتِ تکوین کا تعلق کتابت سے صحیح ہے اور اس کا دار و مدار کتابت کی قوتِ قریبہ پر
 ہے اور امی میں کتابت کی قوتِ قریبہ بالفعل نہیں ہے اور اگر امی کہے کہ :

” چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں “

اردو جاننے والا اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ امی چاہے تو کتابت سیکھے اور کتاب کی ایک جز ایک ساعت میں لکھ دے اور اس کا دار و مدار کتابت کے امکان پر ہے اگرچہ قوت بعیدہ سے ہی ہو، اور اگر امی کے لئے کتابت کے سیکھنے سے کوئی دائمی مانع موجود ہو اور وہ کہے کہ :

” چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں یا لکھ سکوں “

تو زبان دان اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ کتابت کے سیکھنے سے دائمی مانع کے ہوتے ہوئے، کتابت کو بالفعل واقع میں لانا اس امی کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر وہ ہی امی کہے کہ :

” چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا “

تو زبان سے واقف اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اگر ابتداءً دائمی مانع کے پیدا ہونے سے پہلے چاہتا تو کتابت سیکھ لیتا اور کتاب لکھتا یا لکھ سکتا تھا، یہ معنی صحیح ہے، دائمی مانع کا موجود ہونا اس کلام کی صحت سے مانع نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہ مثالیں ان کلمات کے معانی اور مدلولات کی تقسیم کے لئے ہیں، کسی کو یہ گمان نہ گزرے کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تکوین کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نظیروں اور مثالوں سے بلند ہے کیونکہ مقصد نظیر پیش کرنا نہیں بلکہ مقصد ان کلمات کے مدلولات کا بیان کرنا ہے،

مختصر یہ کہ اگر کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابتداءً قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو ابتداءً میں اس کام کا امکان ضروری ہے اور اگر کلام کا یہ مطلب ہو کہ اس وقت قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو اس وقت اس کا امکان

مزدوری ہے امکان سے مراد امکان وقوعی نفس الامری (یعنی اس کام کا وقوع واقعی ممکن ہے) کیونکہ عرف عام میں یہی معنی فوری طور پر ذہن میں جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "فلاں فقیر بادشاہ کو قید میں بھیج سکتا ہے" تو عرف عام میں اس کا معنی یہی ہوگا کہ فقیر کے بادشاہ کو قید میں بھیجنے کا وقوع ممکن ہے اسی لئے عرف میں اس قائل کو بیہودہ گو اور ہرزہ سرا کہا جائے گا۔

اگر قائل یہ تاویل کرے کہ میرا مقصد نفس ذات کے لحاظ سے امکان ذاتی ہے اور حقیقت انسانی کے اعتبار سے ممکن ہے کہ فقیر کو بادشاہ پر تسلط حاصل ہو جائے تو کوئی شخص اس تاویل کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ عرف میں امکان ذاتی ہرگز متباد نہیں ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، معنی متباد خود اپنا کام کرتا ہے، تاویل اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

انتزاع نظیر پر دلیل | اس تمہید کے بعد سنئے! کہ اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کرداروں اشخاص سے تکوین کا تعلق صحیح ہے جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متباد رہنے میں شک نہیں کرے گا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے لہذا وہ محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا، (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقرانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

لہ اس سئلے کی تفصیل ملاحظہ ہو: سجان اسبوح عن عیب کذب مقبوح، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

ii) کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

iii) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے یا بصورت قیاس استثنائی اتصالی کہا جائے۔

اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا "لیکن تالی (اللہ تعالیٰ کا کذب) باطل ہے لہذا مقدم کمالات میں حضور کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا بھی باطل ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

لہذا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نص صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا العباد باللہ تعالیٰ من ذلک۔
رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ

۱۔ محمد قاسم نانوتوی نے تہذیر الانس میں لکھا ہے کہ اگر بالفرض ناناہ نبوی میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو

اس کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا (مفہوماً) یہ ختم نبوت کے عقیدہ قطعہ کی کھلی مخالفت ہے ۱۱

کذب صفت نقض اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے اوصاف نقض و عیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔

امکان کذب کی دلیل اور اس کا رد | اور وہ جو اس قائل نے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب اور اس کا اس

نقض سے متصف ہونا محال بالذات نہیں ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملانکہ اور انبیاء پر القاف کرنا قدرت الہیہ سے خارج نہیں ہے، ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو اس لئے کہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اسے مخاطبین پر پیش کرنا، اکثر انسانوں کی قدرت میں ہے، ہاں کذب مذکور چونکہ حکمت کے منافی ہے اس لئے ممنوع بالغیر ہے اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی تعریف کرتے ہیں برخلاف پتھر اور گونگے کے کہ کوئی شخص عدم کذب سے ان کی تعریف نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ جو شخص کلام کاذب پر قدرت رکھتا ہے لیکن مصلحت اور تقاضائے حکمت کی بنا پر جھوٹ بولنے کا ارتکاب نہیں کرتا وہ جھوٹ نہ بولنے اور کمال صدق سے متصف ہونے کے سبب بحق تعریف ہے، برخلاف اس شخص کے جس کی زبان ماؤف ہے اور وہ جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں رکھتا، یا اس کی قوت متفکرہ میں فساد ہے کہ وہ واقع کے خلاف قضیہ تیار نہیں کر سکتا، یا جس وقت وہ سچ کہنا چاہتا ہے، کہہ دیتا ہے اور جب جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اس کی آواز رک جاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہو جاتی ہے یا کوئی شخص اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا گلا دبا دیتا ہے، یا اس شخص نے بہت سے سچے قضایا (اقوال) یاد کر رکھے ہیں اور وہ دوسرے

قضایا تیار ہی نہیں کر سکتا اس لئے اس سے کلام کا ذب صادر نہیں ہوتا، یہ اشخاص مذکورہ عقلا کے نزدیک مستحق تائش نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ جھوٹ سے بچتے ہوتے اور اس کی آلودگی سے دامن بچاتے ہوئے، جھوٹ نہ بولنا صفاتِ مدح سے ہے اور اس لئے جھوٹ نہ بولنا کہ اس کی طاقت ہی نہیں، کسی طرح بھی صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں، یہ کیا عقیدہ ہے جو اس قائل کی زبان سے صادر ہو رہا ہے اور کیا گمراہانہ کلام ہے جو اس کے قلم کی نوک سے بے باکانہ ٹپکا رہا ہے۔

یہ قائل مانتا ہے کہ جھوٹ نقص اور عیب ہے، اس کے باوجود کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے متصف ہونا ممکن ہے لہذا یہ صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ناقص اور عیب دار ہونا ممکن ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کہتے ہیں، اب یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے کہ اس نے بدطینتی کی بنا پر حضور سید کائنات اور دیگر حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء کے بارے میں تنقیص اور توہین آمیز کلمات کہے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خالق کائنات کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا جھوٹ اور نقص و عیب سے متصف ہونا ممکن ہے (مخلوقات کے بارے میں کیا کچھ نہ کہے گا!

اس کا یہ استدلال کہ :

”ایسا قضیہ بنا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ و

انبیاء پر القار کرنا، قدرتِ الہیہ سے خارج نہیں ہے۔“

باعثِ تعجب ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا مخاطب پر القار کرنا مطلقاً جھوٹ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اکثر مقامات پر مخلوق سے حکایت کہتے ہوئے قضایا کا ذب ذکر فرمائے ہیں، قائل کے کذب کا معنی یہ ہے کہ وہ مخالف واقع قضیہ

سے خرد سے اور یہ صفت عیب اور نقص ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا عیب اور نقص سے موصوف ہونا ممکن ہے اہل ایمان کی شان سے بعید ہے، ایسا کلام زبان پر لانا اور اس کا سنا مسلمانوں کی سماعت پر بہت گراں ہے، یہ صحیح ہے کہ یہ باتیں اس شخص کو کہی جاسکتی ہیں جس کا ایمان سے کچھ تعلق نہ ہو۔
اس کا یہ کہنا کہ :

”ورنہ لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ الہیہ سے زیادہ ہو“

تعجب بالائے تعجب کا سبب ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں قائل کی دقیقہ رسی اور زیر کی قوت کو ظاہر کرتا ہے، سبحان اللہ و تعالیٰ عما یصفون، ظاہر ہے کہ بدترین فواحش اور شنیع قبائح، جن سے اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا عقلی، نقلی طور پر بدیہی اور شرعی طور پر ممنوع ذاتی اور محال عقلی ہے، قدرتِ انسانیہ کے تحت داخل اور قدرتِ الہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں، اس قائل کے زعم پر لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی، قدرتِ ربانی سے نابد ہو العباد باللہ!

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ عیوب و نقائص سے اتصاف اور قبائح و فواحش کے از نکاب کی قدرت خود عیب اور نقص ہے، اللہ تعالیٰ تمام نقائص، عیوب، قبائح اور فواحش سے پاک ہے، جو قدرت اللہ تعالیٰ کے اوصافِ کاملہ میں سے ہے، وہ تمام ممکنات کے ایجاد کی قدرت ہے، گویا مطلق قدرت دو قسم ہے، ایک قدرتِ کاملہ جو اللہ تعالیٰ

سے ہے کہ مولوی محمد حسن دیوبندی نے ملاحظہ اقرار کیا ہے کہ تمام افعال قبویہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، کھلے ہے صدور قبائح اور قدرت علی القبائح میں زمین آسمان کا فرق ہے، ارادوں کو عنایتاً بل اسنہ بہ نسبت ذات خالق انکانات محال کہا جاتا ہے تو اردو میں مسلمات میں سے، سب جانتے ہیں کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جہلاً بل حق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے نفس مقدوریت میں اسکا کوئی خرابی لازم نہیں آتی (جہد المقل، مطبع بلالی ساڈھوہ، ج ۱، ص ۳۱) یعنی ان کے نزدیک چوری، بدکاری، زنا، لوٹ اور دیگر تمام فواحش اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، اللہ تعالیٰ من ذلک ۱۲ شرف قادری

کے اوصاف مجتہد سے ہے، دوسری قدرت ناقصہ جو صفات مخلوق سے ہے دوسری قدرت پہلی قدرت سے برتر غیر متناہیہ ناقص ہے، پس انسان میں دوسری قدرت کے موجود ہونے اور ذات باری تعالیٰ میں اس کے ممکن نہ ہونے سے قدرت انسانی کا قدرت ربانی پر زائد ہونا لازم نہیں آتا، شاید زیادتی کا معنی "خیال شریف" میں نہیں آیا ہوگا۔

ایک شے کا دوسری شے پر زائد ہونا یہ ہے کہ پہلی شے دوسری شے پر مشتمل ہو اور اس کے ماسوا پر بھی، اسے چاہئے تھا کہ پہلے ثابت کرنا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی پر مشتمل ہے، پھر بیان کرنا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی کے ماسوا پر بھی مشتمل ہے، تب یہ کہہ سکتا تھا کہ قدرت انسانی کا قدرت ربانی پر زائد ہونا لازم آتا ہے، سبحان اللہ! اس مبلغ علم اور اتنی سمجھ کے ساتھ کیا ضروری ہے کہ معقولات میں دخل دیا جائے! اسی لئے علماء نے کہا ہے :

مَنْ أَسَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحَاثِ

لِنَفْسِهِ فِطْرَةً أُخْرَى ،

"جو شخص حکمت میں کلام کرنا چاہے اسے اپنے لئے ایک

اور فطرت (علوم و فنون میں مہارت) تیار کرنی چاہئے"

اس کا یہ گمان کہ، عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کی تعریفات میں اسی لئے شمار کرتے

ہیں کہ وہ کذب پر قدرت کے باوجود کلام کاذب کا تکلم نہیں فرماتا جیسے اس نے عوام کا لالعام کو فریب دینے کے لئے کم معنی اور زیادہ الفاظ والی طویل عبارات سے بیان کیا ہے، ملمح کاری سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ تمام عیوب نقائص اور قبائح و فواحش سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، محامد و مدارح الہیہ سے شمار کی گئی ہے اور نصوص میں مقام سار میں موجود ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ان نقائص اور فواحش سے متصف ہونا متنوعات عقلیہ اور مستحیلات ذاتیہ سے۔ شان الہی کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی عیب اور نقص سے

موصوف ہونا تجویز عقلی میں بھی ممکن نہیں ہے، یہی کمال تنزیہ اور تقدیس ہے، اللہ تعالیٰ کا کذب کے اتصاف سے اس لئے پاک ہونا کہ اس ذاتِ کریمہ کا عیوب و نقائص سے موصوف ہونا ناممکن ہے، بلکہ نہیں ہے اس لئے کہ جس شے کی شان یہ ہے کہ وہ قدرت میں ہو، اس کا قدرت میں نہ ہونا عجز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے موصوف ہونا ممنوع ہے اور قدرت میں نہیں ہے لہذا اس پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہو سکتا ہے

اب قائل کے اس قول میں غور کرنا چاہئے کہ :

”عجز کی بنا پر جھوٹ نہ بولنا کسی طرح صفاتِ مدح میں سمجھیں۔“

عجز کا معنی ہی خیالِ شریف میں نہیں آیا! اللہ تعالیٰ ہی حکمت والا اور حفاظت فرمائیوا ہے۔ جانتا چاہئے کہ یہ گفتگو اس مقصد کے لئے ہے کہ جو شخص صفاتِ کمال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر فرض کیا جائے اس کے ساتھ تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے۔ قائل مذکور جو ایسے شخص سے تکوین کا تعلق صحیح دکھانا چاہتا ہے، اس کے ابطال کے لئے یہ بیان کافی اور بے غبار ہے،

کہ ہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ایسے شخص سے نہیں ہو سکتا، اس کے لئے یہ بیان جاری کرنا ظل سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام کمالات میں کسی شخص کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہونا ممنوع بالغیر ہے اور ضروری نہیں کہ ممنوع بالغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہ ہو جتنے کہ

لے اللہ تعالیٰ کا عدم اور اس کا شریک ممکن نہیں اور جو ممکن نہ ہو اس پر قادر نہ ہونا عجز نہیں کہلاتا اس لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے شریک کے پیدا کرنے اور اپنے عدم پر قدرت نہ ہونا، عجز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدم اور شریک باری تعالیٰ ممکن نہیں

اور نہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہو سکے ۱۲ اشرف قادری

لازم آئے کہ ایسا شخص قدرتِ الہیہ کے تحت داخل نہ ہو، ہماری یہ گفتگو یہ سبیلِ تنزل اور کسی حد تک قائلِ مذکور سے موافقت کرتے ہوئے ہے ورنہ اصل مذہب وہی ہے جو وجہِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

وجہِ ثانی باننا چاہئے کہ جب قائلِ مذکور کی اس گفتگو (اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ) سے حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس کا دلی عقیدہ ظاہر ہوا اور مخلص ایمانداروں کے دلوں میں اس کے ایمان کے بارے میں شبہ واقع ہو گیا تو اس قائل نے اپنے کلام کے مدلول سے انماض اور حشم پوشی کرتے ہوئے اس عبارت کا خود ساختہ معنی بیان کیا اور گوشش کی کہ اس عبارت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عموم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کے امکان ذاتی پر محمول کر کے اس قباحت سے جان چھڑائے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔ ہماری اس تقریر اور اس سے پہلے کی تحقیق سے اس طرف کا راستہ بند ہو چکا ہے، اس خیال اور حیلہ سازی کو ہم اہل فہم کے دماغوں سے دور اور ختم کر چکے ہیں، اس کے باوجود ہمارا ارادہ ہے کہ بہ طریقِ تنزل اس کے کلام کا مزید بطلان پیش کریں اور ان غلط باتوں کی تاویل کی ہو اس کے دل میں نہ رہنے دیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس قائل کی مراد ایسا فرد ہے جو ماہیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو یعنی جو کمالِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے اس کی مثل اس فرد میں بھی موجود ہو جو ماہیت میں آپ کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو، اور اگر ایک فرد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہیت میں شریک ہو لیکن وہ آپ کے تمام اوصاف و کمالات کا جامع نہ ہو، آپ کے بعض کمالات اس فرد میں موجود نہ ہوں

یا، العیاذ باللہ اس طرح ہو کہ وہ فرد آپ کے تمام کمالات کا جامع ہو اور اس میں بعض ایسے کمالات پائے جائیں جو آپ میں نہ ہوں وہ فرد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے یا معاذ اللہ زیادہ بلند ہے۔

اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ وہ شخص جو تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، ممتنع بالذات ہے (یہ صغریٰ ہے) اور جو ممتنع بالذات ہو، قدرت الہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبریٰ ہے) لہذا ثابت ہوا کہ وہ شخص کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، قدرت الہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ نتیجہ ہے)

کبریٰ کا بیان یہ ہے کہ اگر کوئی ممتنع بالذات قدرت الہی کے تحت داخل ہو تو وہ (ممتنع ذاتی نہیں رہے گا بلکہ) ممکن ذاتی ہوگا اور ممتنع ذاتی کا ممکن ذاتی بن جانا محال بالذات ہے (جیسا کہ علماء معقول کا اتفاق ہے) پس جو ممتنع ذاتی ہے قدرت الہی کے تحت داخل نہ ہوگا۔

اور وہ جو عوائق کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں **ایک شے کا ازالہ** تشویش میں مبتلا کرتا ہے کہ ممتنع ذاتی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے اس کے عجز کا قول لازم آتا ہے، جہالت سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مقدور بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، اس پر قدرت نہ ہونے کو عجز کہتے ہیں (یعنی عجز اور قدرت میں تقابل عدم والملکہ ہے) اور ممتنع ذاتی مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس پر قدرت نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آئیگا، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نظیر یا اپنے شریک کے پیدا کرنے یا اجتناب نقیضین و ارتفاع نقیضین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عاجز ہونے کا قول کیا ہے۔

وہ آیات کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں مثلاً :

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یا اللہ تعالیٰ کا فرمان :

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

ممتنعات عقلیہ کو شامل نہیں ہیں کیونکہ ممتنع عقلی شے نہیں ہے (شے اسے کہتے ہیں جس سے مشیت کا تعلق ہو سکے اور وہ لازماً ممکن ہی ہوگی ممتنع نہیں ہو سکتی) حتیٰ کہ "کل شے" کے عموم میں داخل ہو۔ اگر کوئی شخص ممتنعات ذاتیہ اور مستحیلات عقلیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے گریز کرتا ہے اور اسے بارگاہ الہی کی بے ادبی گمان کرتا ہے، اسے ایمان و توحید کو ایک طرف رکھنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے شریک اور اس کے عدم کے امکان اور اللہ تعالیٰ کے نقائص و قبائح سے اتصاف، جسم ہونے، مکان میں ہونے اور تغیر پذیر ہونے کے امکان کا عقیدہ رکھنا پڑے گا کیونکہ یہ سب ممتنع ذاتی ہیں، اگر اس کی قدرت میں ہوں گے تو لازماً ممکن ہوں گے، تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن ذاتی پر قادر ہے، ممتنع ذاتی چونکہ مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس لئے مقدور نہیں ہے، قدرت الہی کا ممتنع ذاتیہ کو شامل نہ ہونا معاذ اللہ! اس کے عجز کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان ممتنع ذاتیہ میں وجود کی صلاحیت ہی نہیں ہے ہاں اگر کوئی بے دین ممکن ذاتی سے قدرت الہی کی نفی کرے تو وہ کافر ہے اور قدرت الہی کا منکر ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے :

یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ صادق ہے،

طریق اول

کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

لہذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا،

اوصاف و کمالات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی

وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے)

اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :

”کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے مساوی نہیں ہے۔“

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتجاع نقیضین محال ہے

اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :

”بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لفظ

یعنی تین زمانوں (ماضی، مستقبل، حال) میں سے ایک زمانے میں

مساوی ہیں۔“

اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے لہذا اصل

صادق ہوا، اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا لہذا ثابت ہوا کہ

کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے، اب دو ہی

صورتنیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو العیاذ باللہ تعالیٰ، یا ممنوع بالذات ہو،

پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے لہذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممنوع بالذات ہے اور

یہی ہمارا مطلوب ہے۔

یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود

ممكن ہے، اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل

ہے لہذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے،

یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا وجود ممکن ہے اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہے، تو دو حال سے خالی نہیں، وہ شخص یا تو خاتم الانبیاء ہوگا، یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوگا کیونکہ وہ شخص اگر خاتم الانبیاء ہو (لا محالہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان انبیاء کے زمرے میں داخل ہونگے جن کا وہ خاتم ہے) تو معاذ اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوں گے، پس اس شخص میں ایک ایسا کمال (خاتم الانبیاء ہونا) ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہیں ہوگا، لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کے برابر نہ ہوں گے (اور وہ شخص آپ کے برابر نہ ہوگا بلکہ بلندتر ہے ہوگا) اور اگر وہ شخص خاتم الانبیاء نہ ہو تو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خاتم الانبیاء ہیں لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خاتم الانبیاء ہونے والا ایسا کمال پایا جائے گا جو اس تقدیر پر اس شخص میں نہیں ہے پھر بھی وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو اور دونوں صورتوں میں مساواة فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا، ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو لہذا واضح ہو گیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا اجتماع نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہے۔

یادوں کہا جائے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہے یا نہیں؟ بہر حال

وہ مساوی نہیں رہے گا جیسے کہ ابھی گذرا، اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا محال بالذات ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے محال ذاتی ہونے پر ایک اور قطعی حجت اور روشن دلیل ہے جس کی بنا ائمہ کشف و شہود کے مختار مسئلہ وحدۃ الوجود پر ہے اور توحید و جود (عقیدہ وحدۃ الوجود) براہین عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے ثابت ہے لیکن چونکہ یہ راستہ دشوار ہے اور اس کا سمجھنا عوام الناس کے لئے بہت ہی مشکل ہے اس لئے اس کا ذکر مقام اور عوام کے افہام کے مناسب دکھائی نہیں دیتا اور چونکہ قائل کی پختہ رائے اور فہم سلیم یعنی نظر ظاہر بہین اور غلط سمجھنے والی عقل و قیقہ سنجی اور باریک بینی بلکہ تلاش حق اور قبول حق کی طرف متوجہ نہیں ہے پس چند وسوسے اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے دماغ کے گوشے گوشے میں سمائے ہوئے ہیں اس لئے اس کے مزاج کی اصلاح اور علاج کی ضرورت پیش آئی ہے۔

اس قائل نے تین وسوسے جنہیں وہ دلائل کا نام دیتا ہے، تمام کمالات میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے ممکن ہونے پر اپنے بعض رسائل میں ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک عقلی اور دو نقلی ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ان شبہات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
امکان نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب
 کے برابر سے مراد وہ فرد ہے جو
 آنحضرت کے ساتھ مابیت اور اوصاف کاملہ میں شریک ہو پس اقتناع بالذات یا تو

۱۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے "الروض المجدد" (از مولانا فضل حق خیر آبادی) مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور

اس لئے ہوگا کہ ماہیت میں شرکت محال ہے یا اس لئے کہ نفس ذات کے اعتبار سے اوصاف مذکورہ سے موصوف ہونا محال ہے، ظاہر ہے کہ آنجناب کی ماہیت انسان اور ماہیت انسان میں لاکھوں افراد کا شریک ہونا محال نہیں ہے اور نفس ماہیت کے لحاظ سے اوصاف مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال نہیں ہے ورنہ آنجناب کا اوصاف مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال ہوگا کیونکہ نفس ماہیت کے لحاظ سے جو چیز ثابت کی جائے یا جس چیز کی نفی کی جائے اس میں دو مشلوں کا حکم ایک ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ان دونوں میں ماہیت ہی مشترک نہ ہو، تو عدم مماثلت لازم آئے گی اور یہ خلاف مفروض ہے لہذا مثل مذکورہ کا وجود ممتنع بالذات نہ ہوگا (بلکہ ممکن بالذات ہوگا)

یہ دلیل جو شبہ کہلانے کی مستحق ہے، وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ چونکہ ماہیت میں شرکت ممتنع نہیں اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے لیکن یہ مسلم نہیں ہے کہ نفس ذات کے اعتبار سے اوصاف مذکورہ سے منصف ہونا ممتنع نہیں ہے اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے کیونکہ ماہیت ایک فرد کے ضمن میں جن اوصاف سے موصوف ہو یا اس کا موصوف ہونا ممکن ہو، ضروری نہیں کہ انہی اوصاف کے ساتھ ماہیت کا دوسرے افراد کے ضمن میں منصف ہونا بھی ممکن ہو، مثلاً ماہیت انسانیہ نفس ذات کے اعتبار سے زید کے شخص (وہ امور جو اسے دوسرے افراد سے ممتاز کریں) سے موصوف ہو سکتی ہے لیکن زید کے ضمن میں حالانکہ ماہیت انسانیہ کا اپنی ذات کے اعتبار سے عمر کے ضمن میں زید کے شخص سے موصوف ہونا ممکن نہیں ہے ورنہ زید کا شخص، شخص نہ رہے گا بلکہ بہت سے افراد میں قابل اشتراک بن جائے گا (اور یہ اس کے شخص ہونے کے منافی ہے) دیکھئے! ماہیت انسانیہ کا عمر کے ضمن میں زید کے شخص سے منصف ہونا ممتنع بالذات ہے اور زید کے ضمن میں ممکن بالذات ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید اور عمر و ماہیت انسانیہ میں شریک ہی نہ ہوں، یہ قاعدہ کہ جو چیز نفس ماہیت کے لحاظ سے ثابت ہے، اسے یا جس چیز کی

نتی کی جائے، اس میں دو مشلوں کا ایک حکم ہوتا ہے، مطلقاً صحیح نہیں ہے، یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ماہیت میں شرکت نہیں رہے گی اور مماثلت باقی نہیں رہے گی جیسے کہ ہم اس کی مثال پیش کر چکے ہیں (یہ کہنا کہ جن اوصاف کا ملہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف ہیں ان اوصاف سے آپ کے مماثل مفروض کا متصف ہونا بھی ممکن ہے، غلط ہے کیونکہ خاتم النبیین وغیرہ اوصاف کا ملہ ناقابل شرکت ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف سے متصف ہوتے ہوئے کوئی دوسرا فرد ان اوصاف سے متصف نہیں ہو سکتا، ثروت قادری)

اعتراض اگر یہ وہم پیدا ہو کہ ماہیت انسانیہ کا زید کے تشخص سے متصف ہونے کا امکان نفس ماہیت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ (زید کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے) اور ہماری گفتگو ان اوصاف میں ہے جن سے ماہیت نفس ذات کے اعتبار سے متصف ہونے کی خصوصیت کے اعتبار سے

جواب زید کے تشخص سے یا تو ماہیت انسانیہ نفس ذات کے اعتبار سے موصوف ہوگی یا کسی زائد عارض کے ساتھ مل کر؟ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ زائد عارض تشخص سے پہلے عارض ہوگا یا بعد، اگر تشخص کے بعد عارض ہو تو تشخص کا مصداق اور اس کا موصوف نفس ماہیت ہوگی اور یہی مطلوب ہے اور اگر تشخص سے پہلے عارض ہو ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تشخص کے عارض ہونے سے پہلے اس عارض کے لاحق ہونے سے تشخص ہو چکی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت باطل ہے ماہیت کے لئے تشخص سے پہلے ایک تشخص لازم آئے گا، دوسری صورت میں ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے کے باوجود کلی ہے اور قابل اشتراک، پس یہ کلی جو بنفسہ قابل اشتراک ہے اس کا زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن ہے اور یہی مطلوب ہے۔

غلادوانہیں وجود اور تشخص لازم و ملزوم ہیں اور وجود سے پہلے کوئی عارض
لاحق نہیں ہو سکتا (لہذا تشخص سے پہلے بھی لاحق نہیں ہو سکے گا، یہ مسئلہ فلسفہ سے تعلق
رکھتا ہے اور اپنی جگہ تفصیل و تحقیق سے مذکور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تشخص بذاتہ اشتراک کے منافی ہے اگرچہ اشتراک
دو فردوں کے درمیان ہی ہو، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض
مختص کمالات دو فردوں میں اشتراک کو قبول نہیں کرتے مثلاً اگر ختم نبوت کو دو
فردوں میں مشترک فرض کیا جائے تو ایک شخص کا اس سے متصف ہونا مستلزم ہے
اس امر کو کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے
قائل مذکور حال و صفت (کہ وہ قابل اشتراک ہی نہیں) سے چشم پوشی کر کے اس و
سے نفس ماہیت کے اتصاف کے ممکن ہونے کو اشتراک کے ممکن ہونے کی
دلیل بنا تا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ یہ وصف دو فردوں میں مشترک
ہو ہی نہیں سکتا۔

نقلی دلیلیں دو ہیں :

امکانِ نظیر کی پہلی نقلی دلیل اور اس کا جواب | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ رَبِّي وَهُوَ الْخَلَّاقُ
الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ
كُنْ فَيَكُونُ۔

مثلاً ہر کی ضمیر جمع مذکر، تمام انسانوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آیت کریمہ
قیامت کے بیان میں واقع ہے لہذا جو قیامت میں زندہ ہوگا آیت مذکورہ کے تحت داخل

ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہر فرد انسانی قیامت میں زندہ ہونے والا ہے لہذا آیت کریمہ کے مقصد کے مطابق ہر فرد کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا، گویا دلیل کی ترتیب یوں ہوگی کہ : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور یہ ضروریات دین سے ہے اور جو شخص قیامت کے دن زندہ ہوگا، آیت کریمہ کے مطابق اس کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہے لہذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

جواب | یہ عجیب استدلال ہے جو اگلے پچھلے تمام دلائل کی وقت خاک میں ملا رہا ہے، یہ اس آیت قرآنیہ کی تفسیر نہیں البتہ اس قائل کی تفسیر دانی کی علامت ضرور ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :

أَوْلَيْسَرَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
مَعَ كِبَرٍ جَرَمَهَا وَعَظْمٍ شَانِهَا بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ
يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ فِي الصِّغْرِ وَالْحِقَارِ بِإِضَافَةٍ
إِلَيْهِمَا أَوْ مِثْلَهُمْ فِي أُصُولِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا
(انتہی)

”جس ذات کریمہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یا جو دان کے جسم کی بڑائی اور شان کی عظمت کے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے افراد پیدا کرے، جو زمین و آسمان کی نسبت بہت ہی چھوٹے ہوں یا اصول ذات اور صفات ذات میں ان جیسے ہوں،
کافر اور حشر جسمانی کے منکر کہتے تھے :

مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ سَرْمِيمٌ

”بوسیدہ پڑیوں کو کون زندہ کرے گا؟“

یہ آیت کریمہ، حشر جسمانی کے ان منکروں کا استبعاد و دفع کرنے کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے عظیم الشان اور بڑے بڑے جسموں والے زمین و آسمان کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے چھوٹے قد والے معمولی امثال کو پیدا کر دے یا ذات کے اصول و صفات میں ان کے مثل پیدا فرما دے؟ ہاں وہ اس پر قادر ہے، وہ پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے، فرماتا ہے ہوا! تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

لہذا اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابدان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور منکروں کے استبعاد کو دفع کرنا مقصود ہے اور اس جگہ مثل سے مراد وہ بے جزائے بدنیا اور بدن سے تعلق رکھنے والی صفات میں مماثل ہو یا کوتاہ قامت اور معمولی ہونے میں مثل ہونہ کہ تمام کمالات میں مماثل ہو کیونکہ حشر جسمانی اور عادیہ ابدان سے، تمام کمالات میں مماثل کا ذکر کسی طرح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے بدنیا اور ان سے تعلق رکھنے والے امور یا حجم اور مقدار میں ہر فرد انسانی کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہے ایسے مقامات میں لفظ مثل سے تمام کمالات میں مساوی کا سمجھنا علماء کی شان سے بعید ہے آیت قرآنی کی یہ تفسیر (جو قائل مذکور نے کی ہے) بیان و معانی کے اس عالم یگانہ کی تفسیر دانی کی دلیل ہے، تمام کمالات میں حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی کے ممکن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

مقام تعجب ہے کہ اس قائل نے اس آیت میں واقع لفظ مثل سے تمام کمالات میں مساوی سمجھ کر دلیل قائم کرنے میں تکلف سے کام لیا ہے، آسان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** سے استدلال کرتا، یہ آیت

حنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امثال کے امکان کیا بلکہ وقوع پر دلالت کرتی ہے اور لفظ مثل اس آیت میں بھی واقع ہے اور لفظ مثل کا معنی متبادر اس قائل کے ذہن میں وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے وہ درپے ہے، کج فہمی اور بد اعتقادی سے خدائی پناہ اور اسی سے ہدایت اور راستی کی توفیق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں متعدد جگہ دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد

مخلوقات کے موجود ہونے سے ان کے امثال پر اپنی قدرت کے محیط ہونے پر استدلال فرمایا ہے جیسے کہ بہت سی آیات میں زمین کے زندہ کرنے، بارش نازل کرنے سے مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال فرمایا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْشَأْنَا
بِهِ بَلَدَةً مَّيْتًا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ۔

باپ کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے باپ کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا کرنے کے امکان پر استدلال فرمایا :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

حاصل یہ کہ استدلال کا یہ انداز قرآن پاک میں عام ہے بنا بریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود خود دلیل ہوگا اس امر پر کہ آپ کا مثل پیدا کرنا قدرت الہی کے لئے ممکن ہے گویا اس صورت میں دلیل کی ترتیب یہ ہوگی کہ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود قدرت الہی کے تحت داخل ہے تو آپ کے مثل کا وجود بھی قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا لیکن وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدرت الہی کے تحت داخل ہے لہذا آپ کے مثل کا وجود بھی قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا کیونکہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق قدرت کے تحت

داخل ہونے یا داخل نہ ہونے میں دو مشلوں کا حکم ایک ہوتا ہے۔

جواب | ۱۱) جن کا اشتراک دو چیزوں کے درمیان ممکن ہو اور وہ اشتراک سے مانع نہ ہوں، مثلاً باپ کے بغیر پیدا ہونا کہ دو فردوں میں مشترک ہونے سے مانع نہیں ہے حضرت آدم علیہ السلام کا اس وصف سے موصوف ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وصف سے موصوف ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بغیر باپ کے ایک شخص کے پیدا ہونے سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے شخص کا اتصاف اس وصف سے منتفی ہو جائے، اسی طرح زمین کے قابل زندگی ہونے سے لازم نہیں آتا کہ مردوں کا اس سے اتصاف منتفی ہو جائے۔

(۲) جن کا اشتراک دو چیزوں میں ممکن نہ ہو مثلاً تمام انبیاء کا خاتم ہونا کہ ایک شخص کا اس صفت سے متصف ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو (یعنی ایک شخص خاتم الانبیاء ہو تو دوسرا خاتم الانبیاء نہیں رہے گا) پس اگر کوئی چیز ایک وصف سے موصوف ہو اور وہ وصف قسم اول سے ہو تو اس چیز کا وجود اس کے مثل کے ممکن ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے اور یہی قرآن پاک کا مطلب ہے اور اگر وہ وصف قسم ثانی سے ہو تو اس کے موصوف کا وجود، اس وصف میں مماثل کے وجود کے ممکن ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس شخص کا اس وصف سے موصوف ہونا دلالت کرتا ہے کہ اس وصف میں اس کا شریک ممتنع الوجود ہے ورنہ وہ وصف ممکن الاشتراک ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود ہوتے ہوئے تمام کمالات میں آپ کے برابر کے ممکن ہونے پر اس قائل کا استدلال اس صورت میں قابل توجہ ہو سکتا تھا کہ یہ قائل پہلے ثابت کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے تمام

اوصافِ کاملہ قسم اول سے ہیں اور ممکن الا شتر اک ہیں اور یہی اس سئلہ کی بنیاد ہے
حق آگیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل جانے والا ہے۔

ایک اور شبہ | اس جگہ ایک امر باقی ہے جس کا اظہار ضروری ہے کہ یہ قائل عوام
کا لانعام کو اس سے غافل پا کر حیلہ سازی سے ان بیچاروں کو
دام فریب میں پھنسا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واجب
بالذات ہونا لازم آتا ہے لہ

جواب | یہ فریبِ نظر سے زیادہ کچھ نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی
کے ممتنع ذاتی ہونے سے آپ کا وجوبِ ذاتی لازم نہیں آتا، ہاں شے کی
نقیض ممتنع ذاتی ہو تو لازماً وہ شے واجب بالذات ہوگی لیکن شے کا مساوی فی کمالات
کہاں اور اس کی نقیض کہاں، نیز کمالات میں بے نظیر و بے مثال ہونا وجوبِ ذاتی کا خاصہ
نہیں ہے، وجوبِ ذاتی کا خاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں شرکت متصور نہ ہو کیونکہ وجوبِ
ذاتی کا مصداق حقیقتِ حاریہ بیٹہ بذاتہا متشخص ہے جو قابلِ اشتراک ہی نہیں ہے۔
بعض رسائل میں اس قائل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالات میں نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول ایسا ہے کہ موحّدین کی شان
سے بعید ہے اور اس کے سننے سے موحّدین کے رونگٹے کھڑے ہو جائتے ہیں، اگر یہ جہالت
نہیں تو پھر کیا ہے؟

اسی طرح اس قائل نے بعض رسائل میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ کلام یعنی وہ بے فائدہ

لہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی ممتنع بالذات تبھی ہوگا جبکہ آپ واجب بالذات ہونگے اور اگر آپ ممکن بالذات ہوں

تو آپ کا مساوی بھی ممکن بالذات ہوگا، یہ شبہ بشیر الدین قنوجی نے بھی کشف المہم میں پیش کیا ہے ۱۲ شرف قادری

گفتگو (امکانِ نظیر کا قول) حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ
 بندگی کا اظہار ہے، یہ بھی بے معنی گفتگو اور خیالِ باطل ہے کیونکہ تمام کمالات میں
 حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول آپ کے
 مخلوقِ خداوندی اور اس کا بندہ مکرم ہونے کے منافی نہیں ہے لیکن جاہلوں کو فریب
 دینے کے لئے حید تراشی کا رآء ہے لہذا حید سازی اور صدق و اخلاص کی پرولٹانے
 پر مجبور ہے، اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مقام ثالث

اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام، اس ذات کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے، جن کی تعظیم فرض ہے، اور جو بارگاہِ انبی کے مقربین کے سردار ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

جاننا چاہئے کہ کسی کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہونا اس کے صادق یا کاذب ہونے سے متعلق نہیں ہے، بسا اوقات کلام صادق تحقیر پر اور کلام کاذب تعظیم و توقیر پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر دلالت کرنا اس سے متعلق نہیں ہے کہ کلام سے مضمون کے واقع ہونے پر صراحتاً یا اشارتاً دلالت کا پتہ چلے بلکہ ایک عبارت مقتضائے حال کے مطابق کبھی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور کبھی تحقیر و تذلیل پر، مثلاً جب کہا جائے کہ "فلاں ایک انسان ہے" اگر مقتضائے حال کے مطابق کلام کا سیاق و سباق تعظیم و توقیر کے مناسب ہو تو یہ کلام کماں تعظیم و تکریم پر دلالت کرے گا اور اس معنی پر دلالت کرے گا کہ فلاں شخص نوع انسان میں یگانہ زمان اور اپنے امثال میں منفرد ہے اور اگر حالی یا لفظی قرینہ اس شخص کی اہانت کا مقتضی ہو تو یہی کلام اس شخص کی تنقیصِ شان پر دلالت کرے گا، اس کلام کا یہ مطلب ہوگا کہ فلاں شخص عام انسان ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔

اسی طرح اگر کہا جائے کہ اگر فلاں خمنزیر ہوتا تو نجاستیں کھاتا، یقیناً یہ کلام اس شخص کی تحقیر پر دلالت کرے گا، اگرچہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی شرط کا واقع ہونا

ضروری نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ اگر فلاں شخص ہوتا تو ملائکہ مقربین کی لڑی میں ہوتا، یہ کلام اس شخص کی عظمت نشان پر دلالت کرے گا اگرچہ اس کا مقدم (پہلا جز) ممکن الوقوع نہیں ہے۔

جس طرح مقتضائے حال کے اعتبار سے توہین یا تعظیم پر دلالت کرنے میں کلام مختلف ہوتا ہے اسی طرح حالِ قائل کے مختلف ہونے سے کلام اس دلالت میں اختلاف پذیر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی بلند مرتبہ سردار کہے کہ میں ناچیز انسان ہوں، اس کی زبان سے یہ کلام کم مایہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا یہ کلام کمالِ تواضع پر دلالت کرتا ہے جو قابلِ تعریف و توصیف ہے، اور اگر کوئی کمینہ ایسے سردار کے بارے میں کہے کہ وہ ناچیز انسان ہے، یہ گراں کلمہ اس ردیل کی زبان سے، اس معزز سردار کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل ہے، اسی طرح اگر بادشاہ اپنے دربار کے انتہائی مقرب اور مکرم وزیرِ اعظم کو اپنی قدرت اور سلطنت کے اظہار کے لئے کہے کہ اگر میں چاہوں تو تم سے وزارت چھین لوں، رعایا کے کسی معمولی آدمی کو تمہارے منصب پر فائز کر دوں اور تمہیں حبیل بھیج دوں یا تمہیں تختہ دار پر لٹکا دوں، بادشاہ کی زبان سے یہ کلام وزیر کی شان کی تحقیر نہیں ہے اور اگر کوئی معمولی سا سپاہی کہے کہ اگر بادشاہ چاہے تو تم سے وزارت چھین لے، رعایا کے کسی معمولی انسان کو تمہارے مقام پر فائز کر دے اور تمہیں حبیل بھیج دے یا پھانسی چڑھا دے، اس کلام میں قابلِ تکریم وزیر کی انتہائی تذلیل ہے اور اس کا ترکیب بادشاہ کی عادلانہ رائے میں وزیر کی توہین کے نتیجے میں سخت سزا کا مستحق ہو گا کیونکہ اس عام سے سپاہی کا یہ مقام نہیں ہے کہ لائق تعظیم، بلند مرتبہ وزیر کے بارے میں ایسا کلام زبان پر لانا بلکہ اس کی یہ حیثیت بھی نہیں ہے کہ تعظیمی کلمات ملائے بغیر وزیر کا نام لے، اربابِ عقل کو سمجھانے کے سلسلے میں مزید طوالت کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

”اے حبیب! تم فرما دو کہ میں ظاہراً تمہاری طرح انسان ہوں“

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر مشتمل نہیں ہے، انبیاء و مرسلین کی دعوت کے جواب میں زمانہ ماضی کے کافروں کا یہ کہنا :

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

”تم نہیں ہو مگر ہم جیسے انسان“

بلاشبہ ان حضرات علیہم السلام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

پس اگر آیات قرآنیہ جو اللہ تعالیٰ کے کلامِ نفسی کی ترجمان ہیں، ایسے امور پر قدرتِ الہیہ کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جن کا عدم وقوع، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں، اسبابِ خارجیہ پر نظر کرتے ہوئے قطعاً اور یقیناً ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

”اگر دبا فرض تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ساقط ہو جائیں گے“

اور
وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي
أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

”اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف نازل

کی اسے لے جاتے۔“

اور
وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ تَرَكْنَا لِيَوْمِهِمُ
شَيْئًا قَلِيلًا إِذْ آذَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ
وَضِعْفَ الْمَمَاتِ

”اور اگر ہم تمہیں ثابت قدمی نہ دیتے تو قریب تھا کہ تم انکی

طرف کچھ تھوڑا سا بھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دو فی عمر اور دو چند موت

کا مزہ دیتے۔“

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف و تنقیص پر دلالت نہیں کرتا، مگر کسی امتی کا یہ مقام نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے کلمات کہے جو ان آیات کریمہ کا مفہوم ادا کرتے ہوں کیونکہ مخلوق کی زبان سے ایسے کلمات اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ متکلم کے مختلف ہونے سے تنقیص پر دلالت کرنے یا نہ کرنے میں کلام کا حال مختلف ہوتا ہے تو کسی شخص کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کا زبان پر لانا تخفیف اور تنقیص پر مشتمل ہو تو ایسے کلمات پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تلاوت اور ان کی تفسیر شرعاً جائز نہ ہوگی (یہ گمان اس لئے غلط ہے کہ تلاوت اور تفسیر اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہے، بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا) ہاں یہ پرہیزگارانہ کرنے کے لئے اس قسم کی آیات کو جمع کرنا کہ سب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قسم کے کلمات قرآن پاک میں واقع ہیں تاکہ جہلا را و عوام ان آیات کو دلیل بنا کر حضور سرور موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کے استعمال کا جواز معلوم کریں اور ان آیات کی بنیاد پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان میں بیباک ہو جائیں اور اس بے ادبی کی بدولت تباہی اور بلاکت کے مستحق ٹھہریں، حضور اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی بے ادبی پر مشتمل ہے اور عوام اور جہلا ر کی زبانوں پر امر قبیح کی اشاعت ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا میں ایسا کلام کرنا ناجائز ہے جس میں کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ یا کسی نبی اور رسول یا کسی ولی اور فرشتے کی تخفیف

شان پائی جاتی ہو، خواہ وہ کلام صادق ہو یا کاذب، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ کی
ایسا بے نیاز ہے کہ ملائکہ اور شیاطین اس کی شان کی نسبت سے برابر ہیں یا کوئی
شخص کہے کہ تمام اولین و آخرین اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چہارے سے زیادہ ذلیل
ہیں (جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے) یہ قائل ملائکہ اور اولین و آخرین کی توہین کا مرتکب
ہوا ہے اور یہ ناجائز ہے، اس کلام کا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہونا اسے ممنوع
اور خلاف شرع توہین سے خارج نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں ”خَاتِمُ الْقَرَدَةِ وَالْحَنَازِيرِ“ اللہ تعالیٰ کی
حمد کے لائق نہیں ہے حالانکہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی چیز
کو پیدا نہیں کر سکتا، نفیس اشیا کے پہلو میں حقیر اشیا کا ذکر، اگرچہ نفی کے ضمن میں ہو،
نفیس اشیا کی تحفیف پر مشتمل ہے، مثلاً اگر کوئی شخص بادشاہ کی تعریف کرتے
ہوئے کہے کہ بادشاہ بھکاری نہیں ہے یا کہے کہ بادشاہ چہاروں سے بہتر ہے،
یہ کلام بھی بادشاہ کی تحفیفِ شان پر مشتمل ہے۔

جس طرح نعر عن مقصود کے لئے کلام کے چلانے سے توہین پر دلالت
ہوتی ہے اسی طرح مضمون کلام پر مرتب ہونے والے اثرات سے بھی توہین ہوتی ہے
اور اس کلام میں پوشیدہ ہوتی ہے اگرچہ نظر ظاہر میں وہ آثار مقصودینہ ہوں مثلاً اگر
بادشاہ کا کوئی نوکر کہے کہ بادشاہ کے دربار میں فلاں وزیر کی گفتگو فائدہ یا نقصان کا
سبب نہیں ہو سکتی،

یہ کلام دو طرح شانِ وزیر کی توہین پر مشتمل ہے :

(۱) بادشاہ کے سامنے اس وزیر کا کوئی مقام نہیں ہے اس لئے اس
کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) وزیر کی تعظیم و تکریم کوئی ضروری نہیں کیونکہ وہ نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے

ۛ نقصان، اس کی پروا کیوں کی جائے اور کسی کو فائدہ دینے یا ضرر دور کرنے میں اس کا کسی پر احسان نہیں ہے، اس کا شکر یہ کیوں ادا کیا جائے؟ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی کی توہین چند طرح ہوتی ہے :

(۱) کسی کی توہین عمدًا اور ارادۃً کی جائے،

(۲) کسی کی توہین غلطی سے، زبان کی لغزش یا زبان کی لکنت کی بنا پر یا نادانستگی میں، کہ قائل کو جہالت کے سبب خبر ہی نہیں کہ میرا کلام توہین پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کسی ظریف نے ایک عام آدمی کو سکھا دیا کہ سادہ لوح، دانا کو کہتے ہیں، اس بیچارے نے یہ لفظ کسی بادشاہ کی خوشامد میں کہہ دیا اور اس لفظ کے کہنے پر سزا پائی۔

اس تمہید کے بعد سنئے کہ اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا و مولانا سید الاولین و الآخرین، دیگر انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیاء عارفین صلوات اللہ تعالیٰ علی سیدنا و علیہم اجمعین کی انتہائی توہین و تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور اس قائل نے ان حضرات کی توہین و تنقیص کا از تکاب قصد کیا ہے اور توہین کی بدترین وجوہ میں گرفتار ہوا ہے۔

اس کلام سے اول تا آخر قائل کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء، ملائکہ پہلی وجہ اور مشائخ میں سے کسی کی شفاعت، آگ کے عذاب اور برے کردار کی سزا سے کسی گنہگار کی نجات کا سبب نہیں ہو سکتی اور وہ جو بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان حضرات کی شفاعت، نجات اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے، ان کی غلط فہمی ہے، اللہ خود رحم فرما کر اور معافی دے کر اپنے آئین سلطنت کی حفاظت کی خاطر کسی کو بجائے نام شفیع بنا دے گا، کسی کی شفاعت، اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کا سبب ہرگز نہ ہوگی۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر ممدوح حضرات کی تنقیصِ شان اور توہین ہے کیونکہ قرآن پاک احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ائمہ دین کے اجماع سے ثابت ہے کہ ان حضرات کی شفاعت عموماً اور سید الاولین و الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصاً اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کا سبب اور عذابِ نار سے بکرہ دار گناہگاروں کی نجات کا ذریعہ ہے، اور ان کی دعائیں گناہ کبیرہ سے ترکب افراد کے حق میں مقبول اور عذاب سے نجات کا سامان ہیں، اس حقیقت کا انکار بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت کی تنقیص اور دربارِ ایزدی میں ان کے مراتب کی تخفیف ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت، گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب ہے پس گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کے دخل اور سبب ہونے کا انکار، بارگاہِ الہی میں ان کی عزت و کرامت کا انکار ہے، اگر یہ تنقیصِ شان نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری وجہ جب اس قائل کا مقصد معلوم ہو گیا تو اب یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس کا کلام اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مقصد کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اہل اسلام جن حضرات کو بارگاہِ الہی میں جرم و گناہ کی شفاعت کرنے والے سمجھتے ہیں اور انہیں حاجت روائی اور گناہوں کی سزا سے نجات کا وسیلہ اور شفیع کہتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں سے ان کی وجاہت، عزت، محبوبیت اور مقبولیت ختم کر کے ان کی محبت و تعظیم اور بارگاہِ الہی میں مسلمانوں کے لئے ان کی دعا و شفاعت کی قبولیت اور ان کے مرتبہ و مقام میں فرق ڈالا جائے اور کم کیا جائے اور انہیں باؤ کرایا جائے کہ وہ عزت و محبوبیت جو قبول شفاعت کا سبب ہوتی ہے، بارگاہِ الہی

میں کسی کو حاصل نہیں حتیٰ کہ ان کی شفاعت کی امید رکھی جائے۔

یہ بھی مقصد ہے کہ شفاعت و جاہت کی نفی میں ایسے کلمات کہے جائیں جو عزت و جاہت کی نفی پر دلالت کریں مثلاً کہا جائے کہ :

” اسی شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے“

(تقویۃ الایمان)

اور یہ کہا جائے کہ :

” اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن (یہ تعمیم تمام کافروں، مشرکوں، اشقیار اور شیاطین کو شامل ہے) جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی عظمت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھنے جائے گی اور جو سب (یہ تعمیم تمام انبیاء و مرسلین، سیدان و ولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام ملائکہ مقربین، شہداء و صالحین اور صالحین کو شامل ہے) شیطان اور جہاں ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں“

(تقویۃ الایمان)

اس کلام کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضور سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام، رسولان عظام، ملائکہ مقربین اور اولیائے کرام کی تنقیصِ شان کی جائے اور ان کی عظمت و اہمیت کو کم کیا جائے، اگر یہ مقصد اس عبارت میں مضمرا و قائل کے دل میں پوشیدہ نہیں ہے تو یہ کلام لغو ہو جائے گا اور اس کا مقصود برباد ہو جائے گا۔ اب منکشف ہوا کہ شفاعت و جاہت کی نفی کرتے ہوئے

اس کلام کے لانے کا باعث یہی تھا ورنہ صرف یہ کہہ دینے سے مقصد پورا ہو جاتا کہ کسی کو سلطنتِ ایزدی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے ورنہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ کلام مقصد کے ساتھ واضح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا۔

اس کلام کا سیاق و سباق عرفِ عام کے مطابق حضور سید کائنات **تیسری وجہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیفِ شان اور تفتیص پر دلالت کرتا ہے مثلاً ایک جماعت کسی صاحبِ اقتدار بادشاہ کے وزیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسے نوازشِ خسروانہ کی بدولت وہ عزت و کرامت حاصل ہے کہ وہ تمام معزز افراد میں امتیازی مقام رکھتا ہے، ایک شخص چاہتا ہے کہ اس وزیر کے بارے میں اس جماعت کا عقیدہ مخدوش کرے اور کہتا ہے کہ بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو کروڑوں انسانوں کو ایک آن میں وزیر کے برابر بنا دے، بلاشبہ یہ کلام اس عالی مقام وزیر کی تفتیص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی جماعت کا عقیدہ ہے کہ فلاں عالم پوری دنیا میں بے نظیر اور یگانہ عصر ہے، ایسے علم و فضل والا بہت کم کوئی موجود ہوگا اور اس کے ہم مرتبہ کا پیدا ہونا بعید ہے، کوئی شخص کہتا ہے کہ :

”خدا چاہے تو ایک آن میں کروڑوں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے“

یقیناً یہ انداز کلام اس عالم کا مرتبہ گھٹانے پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ یہ بات سچ ہے لیکن اس کی سچائی تفتیص پر دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے، جو شخص اس کلام کے استخفافِ شان پر دلالت کرنے کا انکار کرتا ہے، تین حال سے خالی نہیں ہے :

(۱) یا تو زبان نہیں سمجھتا اور انداز کلام سے ناواقف ہے ،

(۲) یا بیچارہ تفتیص و توہین کا معنی ہی نہیں جانتا ،

(۳) یا پھر بڑے دھرم ہے کہ بدہیات کے انکار میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

کلام کے مضمون اور اس کے حاصل مقصد پر ایک اثر مرتب ہو رہا ہے جو
پتوختی وجہ سید الانبیاء، دیگر انبیاء اور اولیاء کی توہین اور ان کی شان سے بے اعتنائی
 کی طرف لے جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے ذہن میں یہ بات بلیٹھ جائے کہ
 ان حضرات میں سے کوئی بھی نہ تو مجھے فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے
 تو وہ ضرور سوچے گا کہ ان سے محبت کیوں کی جائے؟ ان کی تعظیم و توقیر کیوں کی جائے؟
 ان کے آداب کی رعایت کیوں کی جائے؟ ان کے آثار کا احترام کیوں کیا جائے؟ ان
 کا میری گردن پر کونسا حق ہے جسے ان کی تعظیم کے ذریعے ادا کروں؟ ان کا میری جان
 پر کونسا احسان ہے کہ ان کی تکریم سے اس کا شکہ بحالوں؟ ان سے کونسی توقع اور
 کونسی امید ہے کہ میں ان سے عقیدت رکھوں؟ اس کلام نامتام کے مفاد پر اعتقاد
 رکھنے سے بہت سی بے باکیاں اور لاپرواہیاں پیدا ہونگی اور یہ اعتقاد خسارے
 کے اختیار کا سبب بنیگا اور بے ادبیوں اور لاپرواہیوں کا راستہ کھول دیگا۔

اس کا یہ کہنا :

پانچویں وجہ ” اوس منشاہ کی توہین شان ہے کہ ایک آن میں ایک
 کلمہ کن سے چلبے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل
 اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے “

(تقویۃ الایمان)

تخفیفِ شان پر مشتمل ہے کیونکہ مقامِ ثانی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس کلام کا مطلب
 یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے تکوین (ایجاد) کا
 تعلق صحیح ہے کیونکہ حکمِ کن کا تعلق اسی شے سے ہوگا جس سے تکوین کا تعلق صحیح ہو،
 اس مطلب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقیصہ نشان ظاہر و باہر ہے جو تمام
 مخلوق، تمام ممکنات اور جمیع ان افراد سے افضل و اعلیٰ ہیں جن سے تکوین کا تعلق

ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا اس
افضلیت کے منافی ہے جو آپ کو ان تمام افراد پر حاصل ہے جن سے تکوین کا تعلق ہو سکتا
ہے، یہ منافات محتاج بیان نہیں ہے۔

چھٹی وجہ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں اور اس جیسے الفاظ کا کسی شے
کی نظیر کے لئے استعمال اس شے کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے، شے کے
امثال و نظائر جتنے زیادہ ہوں گے، تحقیر اتنی ہی زیادہ ہوگی کیونکہ خوبی میں شے کی نظیر
کا ممتنع یا معدوم یا نادر ہونا اس شے کی عظمت اور جلالِ شان پر دلالت کرتا ہے
اور کسی شے کی نظیر کا ممکن ہونا یا موجود ہونا یا بالقوہ یا بالفعل بکثرت ہونا اس شے کی ناقدری
اور ارزانی پر دلالت کرتا ہے، نظیر کی کثرت کے مراتب کے مختلف ہونے سے بے قدری
کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔

پس جو کلام شے کی نظیر کے ممتنع ہونے یا معدوم ہونے یا نادر ہونے پر
دلالت کرے گا وہ درجہ بدرجہ اس شے کے اعزاز اور توقیر کے مراتب مختلفہ پر دلالت
کرے گا یعنی جو کلام نظیر کے ممتنع ہونے پر دلالت کرے، وہ توقیر کے اعلیٰ مرتبے میں ہے،
اس کے بعد وہ کلام جو نظیر کے معدوم ہونے پر دلالت کرے پھر وہ کلام کہ اس کے نادر
ہونے پر دلالت کرے اور جو کلام کہ وجودِ نظیر کے صحیح ہونے یا موجود ہونے یا بکثرت
ہونے پر دلالت کرے وہ اس شے کے استحقاق اور ارزانی کے مختلف مراتب پر
دلالت کرے گا، نظیر کی جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی تخفیف ہوگی، مثلاً اگر کہا جائے کہ دوسو
افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، اس میں تخفیف کم ہوگی نسبت اس کے کہ سینکڑوں افراد
زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، سینکڑوں کے لفظ میں ہزاروں کی نسبت اور ہزاروں کے
لفظ میں لاکھوں کی نسبت اور لاکھوں کے لفظ میں کروڑوں کے اعتبار سے کم تخفیف
سمجھی جاتی ہے۔

اس قائل نے اپنی سرشت کے مطابق کروڑوں کا لفظ جو اردو زبان میں استعمال ہونے والے اعداد میں بہت بڑا عدد ہے، استعمال کیا ہے تاکہ روزِ محشر مقبول شفاعت کرنے والے تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ تخفیفِ شان کرے اور زیادہ سے زیادہ جہاد کو کفر اور گمراہی میں ڈالے۔

قائلِ مذکور نے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی تعظیم ساتویں وجہ فرض ہے، کا نام پاک کمال بے باکی سے ذکر کیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی تعظیم و تکریم کا کلمہ اور صلوٰۃ و سلام نہیں لایا، ہاں! اس کی کلام کی غرض کے مناسب ہی تھا۔

اس بے باکی کو افضل الصدیقین، خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا
قَدَّمَاتٍ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ
حَتَّى لَا يَمُوتَ۔

”جو شخص حضور کی عبادت کرتا تھا (وہ جانے لے) کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی“

اس قول پر قیاس اس لئے درست نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم سے اقتباس کیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :

وَمَا سَخَّرْنَا لِرَسُولٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ أَفَاسُنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبَتْ عَلَى
 أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ
 اللَّهُ شَيْئًا۔

اگر نامِ پاک کو تعظیم و توقیر کے کلمہ یا صلوة و سلام کے ساتھ لائے تو اقتباس
 فوت ہو جاتا اور ان کے کلام کا مقصد فوت ہو جاتا، ان کا مقصد غمگین اور پریشانی حال صحابہ
 کو تسلی دینا تھا، ان میں سے بعض تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال ہی کا انکار کرتے
 تھے کیونکہ ایسے مقام اور عام پریشانی کی جگہ میں حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے نامِ پاک کے ساتھ تعظیم و اکرام کے کلمات ملانے اور صلوة و سلام کے اضافہ سے
 یہ کلام اظہارِ نہ سنج و غم بن کر جاتا، اہل اسلام کو اور زیادہ رلاتا اور خاک و خون میں لوٹا دیتا
 اس لئے مناسب یہی تھا کہ قرآن مجید کی آیت سے اقتباس کرتے اور اس پر کچھ اضافہ
 نہ کرتے، ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتے کا ایک مقام ہوتا ہے۔

البتہ یہ قائل کہہ سکتا ہے کہ اس جگہ غرض مقصود کے مناسب وہی تھا جو
 اس کی زبان سے نکلا ہے، اگر وہ کلمہ تعظیم یا صلوة و سلام کا اضافہ کر دیتا تو اس کے
 مقصدِ اصلی اور مرادِ دلی نیز سیاق و سباق کے مطابق نہ ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے نامِ پاک کی تعظیم کا بیان اشار اللہ تعالیٰ کے مقامِ رابع میں ہوگا، انتظار کیجئے۔

اردو میں "کر ڈالے" کا لفظ اہانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے
 اٹھو کی وجہ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں" یہ کلام
 اس کام کے خفیف (اور ہلکا) ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اگر کہے کہ "چاہوں تو فلاں
 کام کروں" اس میں وہ دلالت نہیں ہے۔

یہ فرق اردو دان حضرات پر مخفی نہیں ہے کیونکہ اردو میں "ڈالنا" پھینکنے
 کے معنی میں آتا ہے، اس اعتبار سے اس لفظ سے مرتبہ کی پستی معلوم ہوتی ہے، اس

قائل کا دل یہ کہنے سے خوش نہیں ہوا کہ چاہے تو پیدا کرے، کیونکہ یہ عبارت اس کے مقصدِ دلی سے چنداں مناسبت نہیں رکھتی اور کمال استخفاف پر دلالت نہیں کرتی
ہاں ع

از کوزہ ہماں تراود کہ دروست
"کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَرَأْمًا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

بے شک اصل کلام دل میں ہوتا ہے، زبان تو دل کی دلیل

بنائی گئی ہے۔

اردو میں لفظ "کر ڈانا" وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اس کام کے
اعترض جلدی سے کرنے پر دلالت مقصود ہو، اس جگہ بھی یہی دلالت قائل
کا مقصود ہے۔

اس کے یہ الفاظ :

جواب "ایک آن میں ایک حکم کن سے"

سرعت اور تعجیل پر دلالت کرانے کے لئے کافی تھے، اگر کر ڈالے کے لفظ سے
استخفاف پر دلالت مقصود نہ ہوتی تو اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

باوجودیکہ قائل اپنے کلام کی تاویل میں کہتا ہے کہ اس سے مقصود تکوین

کا تعلق نہیں ہے پھر بھی اس عبارت سے ایجاد اور کام کرنے کی سرعت و تعجیل مراد

لینا ایسی توجیہ ہے جسے خود قائل بھی پسند نہیں کرتا، ہاں! اپنے کئے کا علاج

نہیں ہوتا۔

یہ الفاظ :

فویل وجہ ” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب ملکر

جبریل اور پیغمبر سے ہو جاویں تو اوس مالک الملک کی سلطنت میں

اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی “

کتنے عجیب ہیں ! یہ الفاظ علامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر محض نقل

کے طور پر ہزار دقت سے جاری ہوتے ہیں حالانکہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتی، ورنہ ہر مسلمان

ایسے کلمات سن کر ہی لرز جاتا ہے نوذ باللہ تعالیٰ من ذلک، چہ جائیکہ یہ کلمات

خود کہے کہ :

” تمام اولین و آخرین جبریل اور پیغمبر سے ہو جائیں “

اپنے مقام پر مذکور ہو گا کہ ایسے قول کو قضیہ شرطیہ کا مقدم بنا کر حضرت جبریل

امین اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ جلیل کی انتہائی تحقیر ہے کیونکہ

اولین اور آخرین (اگلے اور پچھلے) میں شیاطین، مشرکین، جابر و ملعون اور اشقیاء

بے دین سب داخل ہیں، ان سب کی برابری اور مماثلت کے الفاظ حضرت

جبریل امین اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کی شان میں استعمال کرنا،

اگرچہ قضیہ شرطیہ کے ضمن میں ہو اسلام کے ان نام نہاد دعویداروں کی زبان

پر کس طرح آجاتے ہیں ؟

قائل نے اس کلام میں چند وجہ سے دادِ بلاغت دی ہے :

(۱) اگلے اور پچھلے کی تعمیم کے باوجود اس نے آدمی اور جن کی تعمیم بھی ذکر کی ہے

حالانکہ صرف پہلی تعمیم اس کا مقصد ادا کر سکتی تھی، اس میں نکتہ یہ ہے کہ پہلی تعمیم

مراختہ، بلا تکلف شیطان کو شامل نہ تھی، مجبواً انجن کی تصریح کی کہ اگرچہ تکرار

کی ضرورت نہ تھی تاہم وہ اہل تلبیس کا رئیس یعنی ابلیس بھی اس تعمیم میں داخل تھے

داخل ہو جائے، ایک دفعہ سب اولین کی تعمیم میں دوسری دفعہ تمام بچپوں کی تعمیم میں اور (تیسری بار) جن کی تعمیم میں اس کا داخل ہونا سمجھا جاتا ہے گانَ مِنَ الْجِنِّ (وہ جنوں میں سے تھا) اس نکتہ کو اس قائل کی تفسیر دانی کے آثار میں شمار کیا جاسکتا ہے، ایسے مقام پر ایسی رعایت مقتضائے حال کے مناسب واقع ہوئی ہے۔

(۲) اس نے اس جگہ فرشتوں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے فرشتوں کا ذکر

کر چکا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت روح الامین اور حضرت سید المرسلین علیہما السلام کے ساتھ فرشتوں کی برابری اور ہمہری استخفاف کا فائدہ نہیں دیتی تھی اس لئے اس کی غرض پر کچھ زیادہ دلالت نہیں کرتی تھی۔

(۳) اس کے اس قول میں کلمہ حاضر ہے :

”جبریل اور پیغمبری سے ہو جاویں“

اس جگہ اس کی مراد کے چہرہ پر رنگ تازہ دکھائی دیتا ہے، ہاں اپنے دلی

مقصود کو اسی طرح آراستہ کرنا چاہئے۔

اس کا یہ قول :

”دسویں وجہ“ اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں

تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں ہے

ایسی گفت گو ہے کہ اس کے سننے کے تصور ہی سے اہل ایمان کانپ جاتے ہیں اور سننے والا اگر چہ رنگِ اخلاص نہ رکھتا ہو، اس کلام کے سنتے ہی اس کا رنگ اڑ جاتا ہے مقربانِ بارگاہِ ذوالجلال کے ساتھ شیطان اور دجال کے ذکر سے اگر چہ مساوات کی نفی کے طور پر ہی ہو، رنگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اخلاص کی آبرور باد ہو جاتی ہے، صیفت ہے اس شخص کے حال پر جو یہ کہے کہ :

”سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں“

کیونکہ ”سب لوگ“ کا مضموم، سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء، ملائکہ، مقربین، اولیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو شامل ہے، شیطان اور دجال، گمراہوں اور گمراہ سازوں کے سرغنہ ہیں، اگرچہ قائل اس بیان کو بطور تلبیس قضیہ شیطانی کہے، کوئی ایماندار ایسے پوشیدہ اور ظاہر کلمات کو گوارا اور جائز نہیں رکھتا، انہیں زبان پر لانا تو کجا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

سبحان اللہ! اس شخص کا ایمان کیا خوب ہے کہ اپنے کو اہل اسلام کا مرشد جانتا ہے اور اپنے مخالفین کو کافر و مشرک کہتا ہے اور بغیر کسی داعیہ اور ضرورتِ شدیدہ کے ایسے ثقیل کلمات جو بارگاہِ رب ذوالجلال کے مقربین کی سراپا گستاخی ہیں، بے باکانہ زبان پر لاتا ہے، عوام اور جہلدار کی تعلیم کے لئے انہیں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کرتا ہے اور ان کی تلقین سے اپنے حلقہ بگوشوں کی گردن پر طوقِ لعنت رکھتا ہے۔

لیکن اس قائل نے اس کلام میں بھی دادِ بلاغت دی ہے کہ اپنے قول ”شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں“ میں کلمہ ”حصر لایا ہے“ اس نے اس میں بھی ایک نکتہ رکھا ہے اور دونوں جملوں میں جبریل امین و نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیطان و دجال کے درمیان طباق (مطابقت) کی رعایت رکھی ہے، اگرچہ ایمان چلا گیا (تو کیا ہوا) رشتہ بلاغت کا دامن تو ہاتھ سے نہیں جانا چاہئے، ہاں دلی مقصد کو اسی طرح ظاہر کرنا چاہئے اور ایسے اہم مقصد کی تعبیر میں بلاغت کی ایسی ہی رعایت کرنا چاہئے۔

رہا شفاعت کی نفی کا مسئلہ جس کے لئے ایسے گونا گوں کلمات اور ”دقیق مضمون والی عبارتیں“ لایا ہے وہ اس عبارت سے حل نہیں ہوا، مقصد یہ تھا کہ قدرت الہی کے کارخانوں میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی خوشی اور دلداری سے سلطنت

رونق میں اسلاف ہو یا اس کی ناخوشی اور بے دلی سے رونق جاتی رہے (جب یہ مقصد ثابت نہیں ہوا تو) یہ عبارت آرائی اور بیودہ سرائی کس لئے ہے؟ لیکن یہ قائل اپنی عادت سے مجبور ہے کہ اکثر اپنی گفتگو میں انبیاء، ائمہ، اولیاء اور شہیدوں کا ذکر شیطانوں، بدبختوں، جہنمیانوں اور سرکشوں کے ساتھ لاتا ہے اور علم بدیع کی صنعت طباق (تطبیق) نہیں چھوڑتا اور پاس ادب اس طریقے کے لئے سرمایہ بلاغت صرف کرنے سے باز نہیں آتا کہ رشتہ بلاغت کا دامن نہ چھوٹ جائے اگرچہ ایمان برباد ہو جائے، اگر اس کی عبارت پر علمی مواخذہ کیا جائے تو جواب دیتے ہوئے جان کھاتا ہے اور مبلغ علم کی نمائش کرتا ہے حالانکہ بیودہ گوئی اور ہرزہ سرائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

اب سنئے: اس کا یہ قول:

”اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں

ایک حکم کن سے (الی آخرہ)

اگر قضیہ حملیہ ہے تو دو وجہ سے باطل ہے:

(۱) اس قضیہ میں حکم حملی نہیں ہے تاکہ قضیہ حملیہ ہو،

(۲) اگر اسے حملیہ فرض کر لیا جائے تو یہ قضایا بقیہ (جن میں موضوع محقق نے

نفس الامر پر حکم لگایا جاتا ہے) میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کبھی

بھی نفس الامر میں واقع نہیں ہے لہذا یہ قضایا غیر بقیہ میں سے ہے اور

قضایا غیر بقیہ شرطیات کے مساوی ہوتے ہیں (تفصیل کے لئے حمد اللہ

شرح سلم ملاحظہ ہو) پس اس کا بطلان شق ثانی میں مذکور ہوگا۔

اور اگر یہ قول قضیہ شرطیہ ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ

چاہے کہ کروڑوں انبیاء، اولیاء، جن اور فرشتے حضرت جبریل امین اور نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے اور واقع میں لائے، پس دو حال سے خالی نہیں، اس شرطیہ کا مقدم واقعی ہے یا غیر واقعی اور فرضی، اگر مقدم واقعی ہے تو لازم آئے گا کہ کروڑوں افراد ہر دو ممدوح کے برابر نفس الامر میں موجود ہوں کیونکہ مقدم موجود ہو تو تالی لازماً موجود ہوگا اور تالی کے وقوع کا قول کفر صریح ہے اور اگر مقدم غیر واقعی ہے تو ممتنع بالذات ہے یا ممتنع بالغیر اور دونوں میں مقدم مذکورہ کہ ممتنع بالذات ہے یا ممتنع بالغیر کا، تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہے (کیونکہ جب مشیت ایزدی کا تعلق اس مساوی سے ممتنع بالذات یا ممتنع بالغیر ہونے کی بنا پر نہ ہو سکے گا تو اس مساوی کا وجود کہاں سے ہو سکے گا؟)

اگر اس قائل کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے مشیت کا تعلق ممکن بالذات ہے اور ممکن ذاتی اگرچہ ممتنع بالغیر ہو محال بالذات کو مستلزم نہیں ہو سکتا اور جس شے کے ساتھ مشیت ایزدی کا تعلق ہو اس کا واقع نہ ہونا محال بالذات ہے تو اس کے لئے معاملہ اور مشکل ہو جائیگا کیونکہ مقام ثانی میں گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کا موجود ہونا کذب الہی کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے پس اس اعتقاد پر لازم آئیگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہو، اس تغذیر پر بے چارے کو جلد الزام آ جائیگا (کیونکہ جب تالی کا محال بالذات ہونا ثابت ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ مقدم بھی ممکن بالذات نہیں ہے ورنہ محال بالذات کو مستلزم نہ ہوتا)

اسی قیاس پر وہ دو قضایا شرطیہ جو اس قول میں ہیں :

”اور سب لوگ اگلے پچھلے (سے) رونق گھٹنے کی نہیں (تک)“

قضا یا فرضیہ تقدیر یہ ہیں یا قضا یا واقعہ نفس الامریہ یعنی یا تو کہا جائے گا کہ ان دونوں شرطیوں کا مقدم غیر واقعی ہے، یا کہا جائے کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہے، دوسری شق باطل ہے کیونکہ تمام اگلے اور پچھلے افراد کا حضرت جبریل امین اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کے برابر ہونا یا شیطان اور جہاں کے برابر ہونا فی نفسہ اجتماع نقیضین ہے کیونکہ ہر ایک کے پیغمبر ہونے سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے بعض پیغمبر نہ ہوں بلکہ امتی ہوں کیونکہ امت کے بغیر پیغمبر کا کوئی مطلب نہیں اور ہر کسی کا شیطان ہو جانا اس طرح کہ کوئی بھی ایسا فرد نہ ہو جو ان سے گمراہی حاصل کرے، خلاف عقل ہے (یعنی بعض افراد لازماً ایسے ہوں گے جو گمراہی حاصل کریں گے ورنہ شیطان کیسے گمراہ کرے گا؟) پس وہ بعض شیطان نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے خدمتگارا اور فرمانبردار ہوں گے لہذا ہر دو شرطیہ کا مقدم جو اجتماع نقیضین پر مشتمل ہے، محال ہے اور مقدم محال ہو تو اس کا تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہوتا کیونکہ مقدم محال نقیض تالی کو مستلزم ہونا ممکن ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سلطنت الہی اور اس کی رونق سے قائل کی مراد کیا ہے؟ اگر سلطنت سے مراد ملک و ملکوت میں مشیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے اور رونق سے مراد حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق تصرف کا جاری ہونا ہے جیسے کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی مشیت شاملہ اور حکمت کاملہ کے مطابق بہترین نظام پر واقع ہے، پس اس بہترین نظام کا باقی رہنا کہ اس میں بعض گمراہ ہیں، بعض مقرب، بعض مردود ہیں، بعض بارگاہ ایزدی میں مقبول، بعض نجات پانے والے اور بعض بدکرداری کی پاداش میں سزا یافتہ اور جہنمی ہیں، بعض بلند درجات پر فائز اور بعض جہنم کے نچلے طبقوں میں، بعض شقی اور بعض سعید، بعض فائدہ دینے والے اور بعض فائدہ لینے والے ہیں، تقدیر مذکورہ (کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہو) کے منافی ہے۔

اور اگر اس کی مراد کوئی اور چیز تھی تو اسے بیان کرنا چاہئے تھا تاکہ اس کے

کلام کا مطلب، سامنے آتا، دیکھنا چاہئے کہ قائل نے ایسا بے فائدہ کلام جس کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، کس مقام میں؟ کس مقصد کو ثابت کرنے کے لئے؟ کیسے ذہنوں کے لئے؟ اور کیسے عوام کو خطاب کرتے ہوئے استعمال کیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دانست میں شانِ ہدایت، تعلیمِ ایمان اور عقائدِ دینیہ کے بیان کے لئے یہی طریقہ مناسب تھا۔

بعض خود پرست، نامنصف جو خبردار اور ہوشیار ہونے کے باوجود

عذر گناہ غرور کی شرت سے مدہوش ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اردو جانتے

والے ان ناروا کلمات اور بے سرو پا گفتگو سے سیدالانام، دیگر انبیاء، ملائکہ علیہم السلام، اولیاءِ کرام اور مشائخِ عظام کی تخیف اور تنقیصِ شان سمجھتے ہیں، اسے سن کر کانپ جاتے ہیں اور انہیں اپنے ایمان کا خطرہ پڑ جاتا ہے تو ان کلمات سے ہزار زبان سے اپنی برارت پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی فریب دینا چاہئے اور ان کی وحشت (و نفرت)، دور کرے کے لئے کوئی حیلہ سامنے لانا چاہئے، اس لئے کبھی تو کہتے ہیں کہ ان کلمات میں شانِ الہی کی تعظیم ہے، ان سے گریز نہ کرنا چاہئے اور دل میں نفرت نہ لانی چاہئے ورنہ شانِ الہی سے بداعتقاد کی لازم آئے گی اور ایمان و توحید برباد ہو جائیں گے۔

یہ الفاظ

جواب ”اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے (الی انزه)“

کذبِ الہی کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، جیسے کہ مقامِ ثانی کی وجہ اول میں مذکور ہوا، وہ کلمات کہ اللہ تعالیٰ کے ناممکن کذب کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہوں ان سے تعظیم و تکریم کا سمجھنا کچھ فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے دوسرے قول :

”اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الی آخرہ)“

کا معنی ہی صحیح نہیں ہے پہلے اس کا معنی درست کرنا چاہئے پھر جلالتِ شانِ الہی کی بات زبان پر لائی جائے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ متقین کی نیکیوں اور بدکرداروں کی برائیوں سے بے نیاز ہے تو یہ آیاتِ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ

كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

”جو شکر کرے وہ اپنے فائدے کے لئے ہی شکر کرتا ہے

اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے۔“

إِنْ تَكْفُرُوا وَأَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

”اگر تم اور زمین کے تمام باشندے کفر کریں تو بے شک

اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے۔“

قائل کے اس مقصد کا فائدہ نہیں دیتیں جس کے لئے یہ قائل بھی عبارتِ آرائی کے درپے ہے۔

اور اگر ان دو جملوں (اور سب لوگ اگلے اور پچھلے، الی آخرہ) سے مقصد

(صرف) یہ ہے کہ کسی کا قدرتِ الہی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے تو یہ عبارت اس مقصد کے بیان سے قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کارکنوں اور کارندوں کا محتاج نہیں ہے اور ہر چیز کو اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے پیدا فرماتا ہے۔

صاف کیوں نہیں کہا جاتا کہ انبیاء و اولیاء کی شان کی تخفیف اور بارگاہِ الہی میں

ان حضرات کی وجاہت کی نفی اس کا مقصود ہے اور اس کے بیان کے لئے کوئی دوسری

عبارت موزون نہیں تھی، اس مقام کی ابتداء میں گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں

جو کلام حضرات انبیاء و ملائکہ کی توہین پر مشتمل ہو، ثنائے الہی پر مشتمل ہونے کے سبب انبیاء و ملائکہ کی توہین پر دلالت کرنے سے خارج نہیں ہو سکتا۔ بالفرض اگر یہ دو جملے تعظیمِ شانِ الہی پر مشتمل ہوں اگرچہ فرض خلاف واقع ہے تاہم یہ اشمال حضرات انبیاء و اولیاء کی تخفیفِ شان کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

کبھی اس کے ہوا خواہ یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے حضرت سرورِ **ایک اور قلابازی** کائنات، دیگر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی تنقیصِ شان اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے اور ایسی تنقیص میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ اس توجیہ کا کیا مطلب ہے، کیا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ **جواب** کی شان سے ان حضرات کی شان کا کم ہونا ان کلمات کا مدلول ہے، یہ واضح غلط فہمی ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پایہ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو جو مراتب عطا فرمائے ہیں، ان کلمات سے ان مراتب سے کسی دکھائی گئی ہے اور اس کی قباحت کسی ایماندار پر محض نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ مقامِ رابع میں مذکور ہوگی۔

بائیں ہمہ حضرات ممدوحین کی شان کا شانِ الہی سے کم ہونا کلام کی روش پر منطبق نہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ شفاعت، گنہگاروں کی نجات کا سبب نہیں ہے جو لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی شفاعت نجات کا سبب ہوگی وہ بھی ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مانتے ہیں (معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے معلوم ہوا کہ) شانِ الہی سے ان حضرات کی شان کی کمی کا بیان اس قائل کے مقصد کے بیان میں کچھ دخل نہیں رکھتا۔

انصاف شرط ہے، کلامِ الہی، احادیثِ طیبہ، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء دین اور عرفاء عابدین کے اقوال، شانِ الہی کی تعظیم و تکریم سے پُر اور حد شمار سے

باہر ہیں کسی بیان میں، کسی وقت، کسی جگہ، کسی ایماندار سے ایسے کلمات صادر نہیں ہوئے
جیسے کہ اس قائل سے دلی عقیدہ کی بنا پر بے تابانہ سرزد ہوئے ہیں، کیا وہ تمام حضرات
تعمیر شانِ الہی میں تقصیر کے روادار تھے کہ انہوں نے ایسے کلمات پر جسارت نہ کی
اور ایسا سراپا تنقیص کلام زبان پر نہ لائے؟ شاید اس قائل نے اس کلام کو کَسَدِ
شَرِّكَ الْأَوَّلِ لِلْآخِرِ (بہت کچھ پہلے، پچھلوں کے لئے چھوڑ گئے) کے زمرے
میں شمار کیا ہے۔

اس کا یہ قول :
گیارہویں وجہ ” اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی
نوازے (الیٰ آخسرہ)“

روش کے اعتبار سے استخفاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ حضور
نبی اکرم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو بارگاہِ الہی میں شفاعتِ محبت کا مقام
حاصل نہیں ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک بارگاہِ الہی
میں ان حضرات کی محبوبیت کی نفی نہ کی جائے کیونکہ اگر محبوبیت پائی جائے گی تو اس کے
آثار بھی پائے جائیں گے، فائدہ ہے کہ :

الشَّيْءُ إِذَا ثَبَتَ، ثَبَتَ بِلِوَاظِرِهِ وَآثَارِهِ
” شے جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے آثار و لوازم سمیت
ثابت ہوتی ہے “

یعنی بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی شفاعت کی پذیرائی اور گناہوں کے محو کرنے میں اس کا
فائدہ اور اللہ تعالیٰ کا ان حضرات کی رضا چاہنا کہ یہ سب محبت و محبوبیت کے آثار ہیں جو اس
قائل کے زعم میں مترتب نہیں ہیں ورنہ شفاعتِ محبت مستحق ہو جائے گی، جب محبوبیت
کے آثار و لوازم منتفی ہوئے تو محبوبیت بھی منتفی ہوگی اگرچہ بظاہر اور برائے نام حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کا لقب دیا جائے کیونکہ اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا۔

اس کا ہم سے محبوبیت کے آثار کی نفی مقصود ہے جسے محبوبیت کی نفی لازم ہے اور اس طریقے سے محبوبیت کی نفی تہ تیغ سے زیادہ ملینغ ہے (کیونکہ اس طرح صرف محبوبیت کی نفی ہی نہیں کی بلکہ اس نفی پر دلیل بھی دیدی ہے) خصوصاً مقام استخفاف میں عجیب تصریح اور اشارہ ہے یہ تنقیص شان، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مقام کے لحاظ سے ہے جو آپ کو بارگاہ رب العزت میں حاصل ہے، اس کا کچھ حصہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے زیادہ محبوب ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی رضا کا طالب ہے، آپ کی شفاعت کو قبول کرنا چاہتا ہے اور آپ کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب آپ کی محبوبیت ہے، یہ حقیقت آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ مقام اول میں تفصیلاً گزرا (یہ بھی قابل غور ہے کہ ایسے مقام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذکر تنکیر (تیسین کے بغیر) کے ساتھ تہ تیغ کا فائدہ دینا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے :

”اور کسی کو حبیب کا“

یہ قول، مراد قائل (تہ تیغ) کا فائدہ دینے میں اہمیت رکھتا ہے۔

اس قائل نے تیسری صورت میں بیان کیا اور اس قسم کو اللہ تعالیٰ کے بارہویں وجہ حق میں جائز رکھا ہے اس سے صراحتاً پتہ چلتا ہے کہ جو گنہگار سچے جائیں گے اور نجات پائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں طلب شفاعت اور التجا نہیں کریں گے اور آپ کی پناہ نہیں لیں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام یہ ہے کہ تمام اولین و آخرین مجبور و ناچار ہو کر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے نامید ہو کر مخلوقات کے ملجا و ماوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور آپ سے شفاعت طلب کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت ہے پائیاں سے ان

کے لئے بارگاہِ النبی جل شانہ میں شفاعت کریں گے، یہ بیچارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضِ توجہ سے مصائب و مشکلات سے نجات پائیں گے، تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما السلام آپ کی امت میں آجائیں گے، یہ حقیقتِ اعدیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ کیا یہ کلامِ حضور سید الکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا“

علماء دین نے اس حدیثِ صحیحہ کے بیان میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں تمام انسانوں کے سردار ہیں لیکن روزِ قیامت کی تخصیص اس لئے کی کہ سید (سردار) وہ ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں میں اس کی پناہ لیں، اس سے التجار کریں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز اس صفت میں منفرد ہوں گے کہ تمام اولین و آخرین جب مرسلین سے التجار کریں گے تو سوائے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے، گویا یہ حدیث اس حکم میں درج ذیل آیت کے مشابہ ہے :

لَسَنَ الْمَلِكِ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

”آج کس کی شاہی ہے؟ اللہ واحد قہار کی!“

کیونکہ ہر آن اور ہر زمانہ میں بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مگر خصوصی بادشاہی کا ظہور اس طور پر کہ کوئی شخص بادشاہی کا دعوئے جھوٹے منہ سے بھی نہیں کر سکے گا قیامت کے دن ہی گواہ۔

اس کا قول :

تیرا ہویا وجہ ” اوس امیر نے اوس چوہر کی سفارش اس واسطے
نہیں کی کہ اوس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اوس کی حمایت اوس نے
اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے
نہ چوروں کا تھاںگی“

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع کی انتہائی تنقیض پر دلالت کرتا ہے، اس کا
بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ امت کے حال
پر انتہائی رحمت و شفقت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں رحمت و رأفت
سے آپ کی نعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے :

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔

”تحقیق تمہارے پاس تم میں سے رسولِ عظیم آئے، ان پر تمہاری
مشقت گراں ہے، تم پر چر نہیں ہیں، مومنوں پر مہربان اور رحیم ہیں۔“
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حال پر رحمت و رأفت کے سبب
ان کے بارے میں متفکر رہتے تھے اور ان کی مغفرت کے لئے بارگاہِ الہی میں دعا
کیا کرتے تھے،

چنانچہ شکوۃ شریف میں ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا
قَوْلَ اللَّهِ فِي سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِذْ هُنَّ
أَضَلَّلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَسَنُتَبِعُنِي فَإِنَّهُ

مِنِّي وَقَالَ عِيسَىٰ إِنْ تَعَدَّ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ
 فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اُمَّتِي اُمَّتِي وَبِكِي
 فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ يَا جِبْرَائِيلُ إِذْ هَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ
 وَرَبِّكَ أَعْلَمُ مَا يَدُنْكَ فَاثَاةُ جِبْرَائِيلُ
 فَسَأَلَ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ لِي جِبْرَائِيلُ
 إِذْ هَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَرَرْنَا بِكَ
 فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوؤُكَ -

اس حدیث کا ترجمہ مقام اول میں گزر چکا ہے، اسی طرح دوسری حدیثوں میں
 وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز بھی امتی امتی فرمائیں گے، اس
 حدیث اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی
 شفاعت، فریادِ رحمت و رافت کی بنا پر فرمائیں گے اور ان کی مغفرت کے لئے اللہ
 تعالیٰ کی رضا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب ہوگی، یہ رحمت و
 رافت جو امت کی شفاعت کا سبب ہے یہ قائل اسے طاقِ نسیان میں رکھ کر بتقاضائے
 رحمت و رافت گنہگاروں کی حمایت کو چہروں کی جانبداری سے تعبیر کرتا ہے، اگر یہ
 استخفافِ شان نہیں تو کیا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح بارگاہِ النبی جل مجدہ کے مقرب ہیں اسی
 طرح امت اگرچہ گنہگار اور بدکردار ہے، کے حال پر روف و رحیم بھی ہیں، یہ سراپا گمراہی
 کلامِ وجہ سے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہے۔

(۱) اس قائل نے صفتِ رافت و رحمت کو جو سبب شفاعت ہے جان بوجھ کر

طاقِ نسیان میں رکھ دیا۔

(۲) بتقاضائے رحمت و رأفت گنہگاروں کی شفاعت کو چوروں کی جانباری قرار دیا، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعامِ رحمت و رأفت کا شکر یہ اسی طرح ادا کرنا چاہئے لہ

اس کا یہ قول :

چودھویں وجہ ” اور جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا تو آپ

ہی چور ہو جاتا۔“

بیچ تعریض ہے اس کا بیان یہ ہے کہ پہلے ”چور کے حمایتی“ سے قائل کی مراد سمجھنا چاہئے، ”چوروں کے حمایتی“ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :

(۱) وہ ہے جو چوری کو پسندیدہ فعل اور چور کو بے گناہ خیال کر کے چور کی حمایت میں بادشاہ کے مقابلہ اور مزاحمت کے لئے اٹھے اور کئے چور سزا کا مستحق نہیں ہے یا کئے بادشاہ اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ چور کو سزا دے اس لئے کہ میں اس کا حامی ہوں۔

چور کا ایسا حمایتی واقعی خود گنہگار ہے اور بدکرداروں کا ایسا حامی خود بدکردار ہے لیکن ایسے شخص کو چور کا شفیع نہیں کہہ سکتے کیونکہ بادشاہ کے حضور چور کی شفاعت اور چیز ہے، بادشاہ سے بغاوت اور باغیوں کی پشت پناہی امر دیگر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس معنی کی نفی اس مقام سے کوئی تعلق اور مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ اس معنی کی نفی سے شفاعت کا بے دخل ہونا اور

لہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سی

نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

مجرموں کی نجات کا سبب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا لہذا اس معنی کا ارادہ قائل کی مراد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

(۲) وہ شخص کہ گرفتاری کے بعد ناچار ہی، شرمساری، ذلت و خواری اور غم و گریہ کے سبب چور کے حال پر ترس کھا کر چور کو امید دلاتا ہے کہ میں تمہارے لئے بادشاہ کے حضور سفارش کروں گا اور تیری بخشش چاہوں گا، بادشاہ کی بے حد عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا، بادشاہ کی عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر میں تیری شفاعت کا ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ کے پاس جا کر شفاعت پیش کرتا ہے، بادشاہ نے اپنی بارگاہ میں اس کے مرتبہ اور اس کی عزت و محبوبیت اور اپنے اس وعدہ کی بنا پر کہ میں تمہاری سفارش نہ نہیں کروں گا شفاعت قبول کر لی اور وہ بیچارہ چور نجات پا گیا۔

قائل اسی معنی کے اعتبار سے "چور کے حمایتی" کی نفی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے حمایتی ہونا، اس کے دل کو زخمی کرتا ہے اور چور کے حمایتی کا یہی معنی ہونا چاہیے تاکہ قائل کی مراد (تنقیصِ انبیاء و اولیاء) پوری ہو سکے اور عوام الناس اور فریب خوردہ جملہ ایسے حمایتی کے ثابت کرنے سے اجتناب کر کے اس کا حلقہ اطاعت کان میں اور تلبیس (مکر) کا پردہ کاندھے پر رکھیں۔

اب پہلے ایمانداروں کا عقیدہ حضور سید المرسلین ابلیمان کا عقیدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں سنئے، بعد ازاں اس قائل کے کلام کو اس پر منطبق کر کے معلوم کریجئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کہاں تک پہنچی ہے؟

ہم مومنوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازراہ غایت

رحمت و رأفت اپنی امت کے حال پر ترس کھا کر اور ان بے چاروں کو مجبور و ناچار دیکھ کر اور انہیں اپنی بارگاہ کے پناہ جو اور سہا پناہ انتہا پا کر میدانِ محشر میں ان کے حال پر شفقت و رحمت فرما کر ان کے حسامی ہوں گے آپ نے فرمایا ہے :

شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِيْ
 "میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں

کے لئے ہوگی :-

اور قیامت کے میدان میں فرمائیں گے :

أَتَالِهَا

"شفاعت (کبریٰ) کے لئے میں ہوں"

چونکہ امت کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا و دعاوی مقبول دعا ہے جس کے مقبول ہونے کا آپ کو یقین ہے :

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی پذیرائی کے یقین کا فائدہ دیتا ہے آپ ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش طلب کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی محبوبیت اور عزت و منزلت کے سبب آپ کی درخواست کو مقبول اور آپ کی شفاعت کو منظور فرمائے گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب، رحمت و مغفرتِ الہی ان بے چاروں کے شامل حال ہو کر نجات بخش دے گی۔

اب غور کرنا چاہئے کہ چوروں اور گنہگاروں کے ایسے حمایتی کو چورا اور

ان کا حصہ دار کتنا صریح تو بین اور کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ
 من ذلک! چور کا ایسا حمایتی بارگاہ شاہی کا سب سے زیادہ قریب اور اہل
 منزلت میں سب سے زیادہ بلند ہے کہ اس کی عرض مقبول اور اس کی درخواست
 منظور ہوتی ہے اور بادشاہان کی محبوبیت کے سبب ان کی دل شکنی روا نہیں
 رکھتا اور بمطابق آیہ کریمہ :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور حدیث قدسی :

إِنَّا سَرَضْنَا فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُورُكَ

ہر طرح ان کی رضا پناہ کر، ان کی دل داری کے لئے مجرموں کو معاف فرماتا ہے
 اور ان کے متوسلین پر غضب اور عذاب نہیں فرماتا چنانچہ جہنم کا داروغہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرے گا :

يَا مُحَمَّدُ! مَا شَرَكْتُ، لِعُضْبِ رَبِّكَ

فِي أُمَّتِكَ مِنْ تَقَمَّتِ،

”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ نے تو اپنے

رب کے غضب کا کوئی انتقام اپنی امت میں نہیں رہنے دیا۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں بد اعتقادی سے پناہ دے، زندہ اور الحاد کے

اسباب سے محفوظ رکھے، اپنے حبیب پاک اور آپ کی آل امجاد کے طفیل، بیشک

وہی حفاظت اور ہدایت کا مالک ہے۔

چوتھا مقام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی تخیفِ شان کے ارتکاب کا حکم اور فقہاء اور علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حال ہیں۔

چونکہ آلاشِ یاربِ تعریفِ باضدادِ ہا اشیار کے احوال، اضداد کے احوال کے مقابلہ سے بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیمِ شان جوازِ روئے قرآن واجب اور صحابہ کرام، اہل بیت عظام، علماء مجتہدین اور ائمہ اسلام کا معمول رہی ہے، کا مختصر بیان بطورِ مشتمل از خردارے "تخریر کیا جائے، پھر استخفاف اور استخفاف کرنے والے کا حال، شرعی طور پر فقہی روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ ذہن میں زیادہ راسخ ہو اور طالبِ ہدایت کے لئے زیادہ مفید ہو۔

جاننا چاہئے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے اس امر کی تصدیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے اور رسول ہیں، ظاہر کی باطن سے موافقت، شہادت کے دو کلموں (اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمداً عبده و رسوله) ان دو چیزوں (توحید و رسالت کی تصدیق) سے ایمان تام ہوتا ہے، ان کے بغیر ایمان نام تام ہے، پس جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ لائے ہیں، اسے

سہ، مومن ہے اور جس کے دل میں اس کی تصدیق نہیں ہے وہ ایماندار نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے

بے شک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے“

و منطقی کے بغیر ایمان متصور نہیں | نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر آپ پر ایمان لانا متصور نہیں ہے مومن

کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جان، باپ بیٹے اور تمام مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

الَّتِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

”یہ نبی، مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بہتر ہیں“

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ

إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ

”تم میں سے کوئی ایک ہرگز ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں

اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں“

یہ بھی فرمایا :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدَتِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

”تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے باپ،

بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔“

علاماتِ محبت | حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے :

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرًا

”جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر بکثرت

کرتا ہے۔“

کثرتِ ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک کمالِ تعظیم و تکریم اور صلوة و سلام کے ساتھ لے اور نامِ پاک لیتے ہی خوف و خشیت، عجز و انکسار اور خضوع و خشوع کا اظہار کرے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ

بَعْضِكُمْ بَعْضًا.

”تم آپس میں رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے

کو بلاتے ہو۔“

تفسیر کبیر میں ہے :

لَا تُنَادُوا كَمَا يُنَادِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا لَاتَقُولُوا

يَا مُحَمَّدُ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ قُولُوا يَا رَسُولَ

اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ.

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے
 تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم! بلکہ عرض
 کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ!“ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو)
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
 فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
 كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ
 وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو
 اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے
 سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس خوف سے کہ تمہارے
 اعمال ساقط ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔“
 ابو محمد مکی فرماتے ہیں :

أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُونَ بِالْكَلَامِ وَلَا تَعْتَفُونَ بِالْخَطَا
 وَلَا تُنَادُونَ بِأَسْمَاءِ بِنَادٍ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَ
 لَكِنَّ عَظْمُوهُ وَقِرْوُوهُ وَنَادُوهُ بِأَشْرَفِ
 مَا يَحِبُّ أَنْ يَنْادَى بِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ !
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔

”یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سبقت نہ
 کرو اور آپ سے ہم کلام ہونے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور

آپ کا نام لے کر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو
بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر کو اور اشراف ترین اوصاف سے آپ کو نذر کرو
جن سے نذر کئے جانے کو آپ پسند فرمائیں اور یوں کہو یا رسول اللہ
یا نبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے | اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی آواز پر آواز بلند کرنے اور تعظیم و توقیر کے بغیر لانے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے مرتکب کو اعمال کے برباد
ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے
کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی گناہ اعمال کے
ضائع ہو جانے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہے،
کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی، اعمال کے
ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو چیز ضیاع اعمال کا سبب ہو، کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیات ظاہری
میں اور وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تعظیم و تکریم کے
سلسلے میں یکساں ہے۔

امام مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ | ابو جعفر منصور بادشاہ، مسیحی نبوی میں حضرت امام

مالک سے فرمایا :

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي

هَذَا السُّجْدِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ آذَانَ
 قَوْمًا فَقَالَ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ
 النَّبِيِّ الْآيَةِ وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ
 يَغْضُؤْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْآيَةِ وَذَمَّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِينَ
 يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةِ وَإِنَّ
 حُرْمَةَ مَيْتَاكَ حُرْمَتِي حَيًّا فَاسْتَكَانَ لَهَا أَبُو جَحْفَرٍ
 وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَأَدْعُ
 أُمَّ اسْتَقْبِلِ رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ
 وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيلَتُكَ وَوَسِيلَةُ آبَيْكَ
 آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلِ اسْتَقْبِلُهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ
 فَيُشَفِّعَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

”اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ
 تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا لَا تَرْفَعُوا
 أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الْآيَةِ اور ایک جماعت کی تعریف
 کرتے ہوئے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُؤْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْآيَةِ
 (وہ لوگ، کہ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، اللہ
 تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے منتخب فرمایا ہے)
 اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ
 يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةِ (جو لوگ
 تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل
 ہیں) بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت ایسی

سچی جیسی آپ کی حیاتِ طاہرہ میں تھی۔

(یہ سنکر) ابو جعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اسے ابو عبد اللہ (امام مالک کی کنیت) قبیلہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور قیامت کے دن بارگاہِ الہی میں تیرے اور تیرے جدِ مجد آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔“

امام اسحاق نجیبی فرماتے ہیں :
ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ڈرتے تھے ان کا جسم لرز جانا ان پر کچپی طاری ہو جاتی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور شوق کی بنا پر اور بعض صحابہ ہیبت اور تعظیم کے سبب روتے تھے۔

ابراہیم نجیبی فرماتے ہیں کہ :

”ہر مومن پر لازم ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو خضوع و خشوع اور فروتنی اختیار کرے، وقار اور سکون سے رہے اور اپنے آپ کو حرکت سے باز رکھے اور اس کی ہیبت میں محو ہو جائے اور اس کی تعظیم میں اس طرح کوشش کرے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی کوشش کرتا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے روبرو ہوتے۔“

شرف صحابیت پر فائز ہونے والوں
 صحابہ کرام اور عظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال سنئے !

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال کی زیارت نہ کر سکتا تھا، اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا تھا، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پرندہ اس جگہ بیٹھا ہے جو ساکن ہو۔

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ سَعُوْدٍ حِيْنَ وَجَّهْتُ
 قُرَيْشَ عَامَ الْقَضِيَّةِ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
 تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ مِنْ تَعْظِيْمِ اصْحَابِهِ
 لَهٗ مَا رَأَيْتُ وَاِنَّهٗ لَا يَتَوَضَّأُ اِلَّا ابْتَدْرًا وَاَوْضُوْءًا
 وَكَادُوْا يَتَتَلُوْنَ عَلَيْهِ وَاَوْضُوْءًا وَاَوْضُوْءًا
 يَنْخَرُ غُخَامَةً اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَكْفِهِمْ فَذَلِكُوْا
 بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَاَجْسَادُهُمْ وَاَوْضُوْءًا وَاَوْضُوْءًا
 شَعْرَةً اِلَّا ابْتَدْرُوْهَا وَاِنْ اَمْرًا بِمَرٍ ابْتَدْرُوْا
 اَمْرًا وَاِذَا تَكَلَّمْ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَكَ مَا
 يُجِدُوْنَ اِلَيْهِ النَّظْرَ تَعْظِيْمًا لَهٗ .

”عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے صحابہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں، اس نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دہن مبارک یا ناک مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ کا کوئی بال جسدا طہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے آہستہ بولتے اور زاہد تعظیم آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے“

فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى قَرَيْشٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ قَرَيْشٍ
إِنِّي جِئْتُ كِسْرِي فِي مُلْكِهِ وَقِيَصَرَ فِي مُلْكِهِ
وَالنَّجَاشِي فِي مُلْكِهِ إِنِّي وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَلِكًا
فِي قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِي أَصْحَابِهِ

”جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انہیں کہا اے قوم قریش! میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی یعنی شاہ فارس، شاہ روم اور شاہ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں، بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں معزز ہیں“

ایک روایت میں ہے :

إِنَّ تَرَأَيْتُ مَلِكًا قَدْ تَعَطَّمَهُ أَصْحَابَهُ مَا
تَعَطَّمَهُ مَعَهُ مَدًّا أَصْحَابَهُ -

”میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے

اس کی اس قدر تعظیم کی ہو جتنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے

آپ کی تعظیم کی ہے“

وَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِبُونَهُ

”تحتسق میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ آپ کی تعظیم کرتے رہیں گے“

یہ بھی روایات میں ہے :

لَمَّا أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ فِي الطَّوَّافِ بِالْبَيْتِ حِينَ وَجَّهَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَضِيَّةِ أَبِي
وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِرَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

”جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو صلح حدیبیہ کے سال قریش کے پاس بھیجا تھا، قریش نے

انہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دے دی تو آپ

نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اس وقت طواف نہیں کروں گا جب تک

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے“

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأَوْخِرُ
سَنَتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهِ -

” میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دو
سال تک موخر کر دیتا تھا۔“

وَبَلَغَ مَعَاوِيَةَ أَنَّ كَابِسَ بْنَ رَافِعَةَ
شَبِيهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ
سَرِيرِهِ وَتَلَقَّاهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ
اقْطَعَهُ الْمِرْغَابَ لِشَبَاهِهِ صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کابیس
بن ربیعہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (صورتہ) مشابہ ہیں پس
حضرت کابیس، حضرت امیر معاویہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ
اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے، ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان
بوسہ دیا اور انہیں مرغاب (ایک مقام) عنایت فرما دیا (یہ سب کچھ
اس لئے تھا کہ) ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
ملتی جلتی تھی۔“

اگر اجدہ صحابہ کرام کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ

کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا، تمام صحابہ کرام اس ذات کریم کو بہترین القاب، کمال تواضع اور مرتبہ و مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداء کلام میں صلوة و سلام کے بعد فَدَّيْتُكَ يَا أَبِي وَأُمِّي مِير۔ والدین آپ پر فدا ہوں، يَا بِنَفْسِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ یا رسول اللہ: میری جان آپ پر نثار ہے، جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیض صحبت کی فراوانی کے باوجود محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے ترک نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ خصوصاً سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال میں صافہ کرتے تھے۔

تابعین و رعیہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | اسی طرح تابعین اور تبع تابعین صحابہ کے آثار کی اقتدار اور ان

کے انوار سے ابتداء کرتے تھے، حضرت معتب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور ان کی پشت جھک جاتی، یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہنشینوں پر گراں گزرتا، ایک دن حاضرین نے امام مالک سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے، میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا حالانکہ وہ بہت خوش طبع اور خندہ ریز تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، میں نے انہیں بے وضو نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک عرصہ تک ان کے ہاں میری آمد و رفت رہی، میں نے انہیں تین صفات کے علاوہ کسی صفت پر نہیں دیکھا یا تو نماز ادا کر رہے ہوتے، یا خاموش رہتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے، کبھی بے فائدہ گفتگو نہ کرتے، وہ خدا ترس، عبادت گزار علماء میں سے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن قاسم، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے ان کا خون کھینچ لیا گیا ہو اور ان کی زبان خشک ہو جاتی، میں حضرت عامر بن عبداللہ کے پاس جاتا تو انہیں اس حال میں دیکھتا کہ جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتا تو وہ اتنا روٹے کہ ان کی آنکھ میں کوئی آنسو نہ رہ جاتا میں نے حضرت زہری کو دیکھا وہ بہت ہی نرم مزاج اور تمام لوگوں سے نہ زیادہ نزدیک تھے جب ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس طرح ہو جاتے کہ گو یادہ تمہیں اور تم انہیں نہیں پہچانتے۔

حضرت صفوان بن سلیم جو بہت ہی عبادت گزار تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتا تو وہ رو دیتے اور اتنا روٹے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ جاتے اور انہیں روتا رہنے دیتے۔

یہ امام مالک کے کلام کا ترجمہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب شیاء کا صحابہ کی نظر میں احترام | صحابہ کرام
نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ آپ کے رشتہ داروں، آپ کے ساز و سامان، آپ کی منازل و مجالس اور ہر چیز طیبہ و مکرمہ میں آپ کے کاشنا ہتے

مبارکہ کی تعظیم کرتے، جس چیز کی آپ نے تعریف فرمائی یا جس چیز کی نسبت آپ کی طرف معروف ہوتی اس کی بھی تعظیم کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَاقُ يَخْلِقُهُ وَأَطَافَ بِاصْحَابِهِ
فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ -
”تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب ام
آپ کی حجامت بنا رہا تھا، صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے
تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بال کسی صحابی کے ہاتھ کے
علاوہ کہیں واقع ہوں۔“

وَرَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
وَاضْعًا يَدًا عَلَى سَقْعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ شَحْدًا وَضَعَهَا
عَلَى وَجْهِهِ -

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ منبر پر ہاتھ رکھا پھر
اسے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔“

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں بال تھے، جب وہ
بیٹھ کر انہیں کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔

فَقِيلَ لَهُ: لَا تَخْلِقْهَا فَقَالَ لِمَا كُنْتُ بِالَّذِي
أَخْلَقُهَا وَقَدْ مَسَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

علیہ وسلم بیحد ۵۔

” حضرت ابو مخزومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو منڈو، کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں ان بالوں کو کیسے منڈاؤں جبکہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے چھوا تھا؟“
وَكَانَتْ شَعْرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَلْبِ نَسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَكَدَّ
يَشْهَدُ بِهَا قَتَالَ إِلَّا سُرِقَ النَّصْرَ۔

” نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند بال، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں تھے وہ اس ٹوپی کے ساتھ جس جنگ میں بھی گئے انہیں فتح و نصرت عطا کی گئی۔“

ہاں جب تابوتِ سکینہ جس میں آل حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، کی برکت سے بنی اسرائیل کو فتح و ظفر حاصل ہوئی تھی تو اگر حضرت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بدولت یہ برکت اور یہ اثر بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زیادہ خیر و برکت حاصل ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

وَكَانَتْ فِي قَلْبِ نَسُوَةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ
شَعْرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَقَطَتْ قَلْبِ نَسُوَةِ فِي بَعْضِ حُرُوبِهِ فَشَدَّ عَلَيْهَا
شِدَّةً أَنْكَرَ عَلَيْهَا أَصْحَابُ الدِّيَارِ مِنْ كَثْرَةِ
مَنْ قُتِلَ فِيهَا فَقَالَ لَسْتُ أَكُنُ أَفْعَلُهَا بِسَبَبِ
الْقَلْبِ نَسُوَةِ بَلْ مَا تَضَمَّنَتْ مِنْ شَعْرِهَا عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِئَلَّا أُسْلَبَ بَرَكَتُهَا وَتَقَعَّ فِي

أَبْدَى الْمَشْرُوكَيْنِ -

”حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند بال تھے، ایک جنگ میں وہ ٹوپی اتر گئی، حضرت خالد نے اسے حاصل کرنے کے لئے اتنا سخت حملہ کیا کہ صحابہ کرام نے اس پر انکار کیا کیونکہ اس حملے میں بہت سے افراد شہید ہو گئے تھے حضرت خالد نے فرمایا: میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس لئے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی برکت مجھ سے چھین لی جائے اور وہ بال مشرکوں کے ہاتھ لگ جائیں۔“

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم نہیں کرتا اور ان کی تعظیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس بے ادبی سے اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے اگرچہ آپ کی محبت کا دعویدار ہو اور اس بے باکی کی تاویل میں لاف و گزاف سے کام لیتا ہو، جن لوگوں کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان ہے، وہ آپ کے ایک بال مبارک کے مقابل تمام دنیا کو ایک جو کی اہمیت نہیں دیتے،

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ :

لَشَعْرَةٍ بِمِثْلِ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا

وَمَا فِيهَا -

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک بال ہمیں دنیا و ما فیہا

سے زیادہ محبوب ہے۔“

لہذا جیسا کہ مرزا حیرت دہلوی نے ”حیات طیبہ“ میں اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھا ہے ۱۲ شرف قادری

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

اگرچہ دوست بچیرے نمی خسرو مارا

بہ عالمے نفرو شمیم موئے از سر دوست

”اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے نہیں خریدتا، ہم اس کے

ایک بال کو پوری دنیا کے عوض بھی فروخت نہیں کرتے“

وَفِي الصَّحِيحِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً

طَيِّبًا لِسَيِّئَةٍ وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا

لِلْمَرَضِيِّ نَسْتَشْفِي بِهَا

”حدیث صحیح میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنها سے مروی ہے کہ انہوں نے طیبی جہ نکالا اور فرمایا نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زہیب تن فرماتے تھے ہم سے بیماروں

کے لئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا طلب کرتے ہیں“

حضرت قاضی ابو الفضل عیاض رضی اللہ عنہ نے اپنی سند روایت کیا ہے کہ ابو القاسم بن میمون نے فرمایا ہمارے

پاس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا ہم بیماروں کے لئے اس میں پانی

ڈالتے تھے پس اس سے شفا طلب کرتے تھے۔

أَخَذَ جَحْبَاةُ الْغِفَارِيُّ قَضِيْبَ النَّبِيِّ

مِنْ يَدِ عُمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلَى رُكْبَتِهِ

فَصَاحَ بِرِ الثَّاسِ فَأَخَذَتْهُ الْأَكِلَةُ فَقَطَعَهَا
وَمَاتَ قَبْلَ الْحَوْلِ -

”حجاء غفاری نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عصلے
مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے لیا تاکہ اسے
اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دے تو لوگوں نے بڑی شدت سے اسے
منع کیا کہ اسے مت توڑنا، اسی وقت اس کے گھٹنے پر ایک زخم پیدا
ہو گیا، بعد ازاں اس نے گھٹنا کٹوا دیا اور سال گزرنے سے پہلے مر گیا“

اس باب میں احادیث و آثار بکثرت ہیں، ان آثار صحیحہ اور نصوص صحیحہ
سے ثابت ہو گیا کہ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت کا شرف رکھتی ہے
اور جو چیز آپ کے اعضاء اور قدموں سے مس ہو چکی ہے، اس کی تعظیم و تکریم تمام
مسلمانوں پر عوام ہوں یا خواص، واجب اور لازم ہے اور جو شخص ان اشیاء شریفہ کی
توہین سے اپنی زبان آلودہ کرے یا ان کی اہانت کی امداد بر ملا یا پوشیدہ، قول یا فعل
سے کرے، اس نے ایمان کو برباد کیا اور حسن اعتقاد کی جگہ ارتداد کو اپنے دل میں رکھا،
چنانچہ بعض ملعون اور بے دین زندیق کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نشان
قدم اس لائق ہے کہ اسے ایسی جگہ رکھا جائے کہ ہر کس و ناکس اس پر پاؤں رکھے،
یا کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس مل جائے تو ہم اسے
پہننے کا کپڑا بنالیں اور اگر آپ کے نعلین مبارک مل جائیں تو انہیں پاؤں پہن لیں،
نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک! یہ کفر، الحاد، بے ایمانی اور ارتداد ہے، اس سے اور
اس جیسے دیگر مہلکات سے اللہ تعالیٰ ہمیں پناہ عطا فرمائے۔

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے ”ابراہمقال فی استحسان قبلۃ الاجلال“ از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

جس طرح ان تمام اشیا کی تعظیم واجب اور فرض ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور صحابہ کرام کی تعظیم بلاشک و شبہ بطریق اولیٰ فرض عین ہے، چونکہ مبسوط کتاب میں ان عقائد اور مقاصد پر مشتمل ہیں اس لئے اس فتوے میں طوالت اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

سنگ و شجر کی سلامی | سورہ کائنات، مفخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کا وجوب اور اس کی فرضیت اس حد تک ہے کہ حیوانات، خشک اور تر نباتات اور بے زبان جمادات، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے اور سجدہ کرتے تھے اور محبت کی شدت کی بنا پر گریہ و زاری کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَدْيَنَةَ وَوَلَّاهُ شَجَرًا إِلَّا سَجَدَ لَهُ۔
 ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتا۔“

عَنْ عَائِشَةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَأَمْرٍ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جبریل امین علیہ السلام

رسالت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں جس پتھر یا درخت

کے پاس سے گزرتا، وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ!

فراقِ حضور میں آتنِ حناہ کی آہ و زاری

کھجور کے تنے کا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں رونا ہوتا ہے

اور اس کی حدیث مشہور ہے :

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ الْمَسْجِدُ
سَقُوقًا عَلَى جَذْوَةٍ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَقُومُ إِلَى
جَذْوَةٍ مِنْهَا فَلَمَّا صَنِعَ لَهُ الْمِنْبَرَ سَمِعْنَا
لِذَلِكَ الْجَذْوَةِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ -

” حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ
مسجدِ نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ فرماتے تو ان میں سے ایک کے پاس
کھڑے ہوتے، جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا تو ہم نے اس تنے
سے حاملہ اونٹنیوں یا چھوٹے بچوں والی اونٹنیوں جیسی آواز سنی۔“

وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتَّى اسْرْتَجَعَ الْمَسْجِدَ لِخَوَارِجٍ -

” حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (وہ
سنوں اتنی شدت سے رویا کہ اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔“

وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَمَارًا أَوْ آيَةً -

”حضرت سہیل کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام اس ستون کی حالت

دیکھ کر بہت روئے۔“

وَفِي رِوَايَةِ الْمُطَّلِبِ حَتَّى تَصَدَّعَ وَالنُّشُقَ

حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَتَ۔

”حضرت مطلب کی روایت میں ہے وہ تنا اس قدر روپا کہ پھٹ

گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور
اپنا دست کرم اس پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔“

وَنَرَادَ غَيْرُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا بَكَى لِمَا قَدَّمَ مِنَ الذِّكْرِ

”مطلب کے علاوہ راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تنا اس لئے رویا ہے یہ ذکر سے
محروم ہو گیا ہے۔“

وَنَرَادَ غَيْرُهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ

لَمَّا لَتَزِمَهُ لَمَّا يَزَلْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحْرُمًا

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”ایک اور راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے، اگر میں اس تنے کو انغوش میں نہ لیتا تو وہ رسول خدا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں قیامت تک روتا رہتا۔“

وَذَكَرَ إِلَّا سَفِرًا بِنَجِيٍّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا إِلَى نَفْسِهِ فَجَاءَهُ
 يَخْرِقُ الْأَرْضَ فَالْتَزَمَهُ ثُمَّ أَمَرَ فَعَادَ
 إِلَى مَكَّةَ -

” استاذ اسفرائینی نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے اس تنے کو اپنی طرف بلایا وہ زمین کو چیرتا ہوا خدمت اقدس میں
 حاضر ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے آنکھوں میں لیا
 پھر فرمایا واپس جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔“

فَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا بَكَى وَ
 قَالَ يَا عِبَادَ اللَّهِ الْخَشَبَةُ تَحِينُ إِلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقًا
 إِلَيْهِ لِمَكَانِهِ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا
 إِلَى لِقَائِهِ -

” حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرتے
 تو رو پڑتے اور فرماتے اے بندگانِ خدا! کھجور کا تنا نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی محبت کے سبب روتا تھا کیونکہ
 آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، تم اس امر کے
 زیادہ مستحق ہو کہ آپ کے دیدار کا شوق رکھو۔“

ان آثار سے کہ بڑی مقدار میں سے چند بلکہ ہزار میں سے ایک کی حیثیت
 رکھتے ہیں، معلوم کیا جاسکتا ہے کہ سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام اور
 اعزاز اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فرض فرمایا ہے، درختوں، پتھروں اور حیوانات کا
 سجدہ جو بہت سی احادیث سے ثابت ہے، سجدہ تعظیم تھا نہ کہ سجدہ عبادت کیونکہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معبود نہیں ہیں، یہ سجدہ اسی طرح تھا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو یا حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا تھا، پس جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں کوشش نہیں کرتے یا دیدہ دانستہ اس قسم کی نصوص سے چشم پوشی کرتے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے اور آپ کے شوق کے سبب ان کے دلوں میں رقت پیدا نہیں ہوتی، بے زبان حیوانات اور پتھروں اور خشک لکڑیوں سے گئے گزرے ہیں۔

صحابہ و تابعین کے پیروکار مخلص مومنون کی شان یہ ہے کہ مباح چیزوں اور نفس کی خواہشوں میں بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی رعایت کرتے ہیں اور جو چیز آپ کو پسند تھی تقاضائے محبت کی بنا پر اسے پسند رکھتے ہیں، خرید (شورہ بے میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو) اور کدو کو بہترین طعام شمار کرتے ہیں۔

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہترین شمائل و خصائل، اخلاق حمیدہ، عادات

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شریفہ، بے شمار انعامات، ہزاروں احسانوں، در رحمت و رأفت کی فراوانی میں غور کرے وہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہم گنہ گار، سیہ کار جو ہر قسم کے گناہ اور سیہ کاری کا از نکاب کر چکے ہیں اور کرتے ہیں پھر بھی دنیا اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے محفوظ ہیں، گناہوں اور جرائم کے از نکاب کے سبب عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے بھی امن میں ہیں لانکہ پہلی امتوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں، ان پر پتھر برسائے گئے، اس کے علاوہ کئی طرح کے عذاب نازل کئے گئے اور انہیں ہلاک کیا گیا، یہ صدقہ ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور آپ، مقبول دعا کی برکت ہے کہ ہم امن میں ہیں

جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اس کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے وہ کافر
نعمت دنا شکر اور منکر رحمت ہے۔

اب تبارع رسول تقاضائے محبت ہے | یہ بھی جاننا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل ترین محبت یہ

ہے کہ اوامر، نواہی اور سنن میں تہ دل سے آپ کی اطاعت کو لازم پکڑا جائے پس
جو شخص تمام امور میں صدق اور اخلاص کے ساتھ آپ کی اطاعت پیروی کرتا ہے
اس کی محبت کامل ہے اور جو شخص آپ کی اطاعت اور پیروی میں کوتاہی روا رکھتا
ہے، اس کی محبت ناقص ہے لیکن اس سے آپ کی محبت کی نفی نہیں کی جاسکتی
کیونکہ نافرمانی کا ارتکاب ایمان اور اسلام سے خارج نہیں کرتا حتیٰ کہ گنہگاروں سے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی نفی درست ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی محبت کے بغیر ایمان متصور نہیں ہے اور گناہگار اور کبائر کے مرتکب بلاشبہ ایماندار
ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی کتابوں میں مذکور اور ثابت ہے، اگر
یہ مومن نہ ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے
حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي

”میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر

کے مرتکب ہوں گے۔“

یہ بھی فرمایا کہ :

وَلَكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْخَطَايَا

”لیکن شفاعت ان کے لئے ہوگی جو بہت ہی گنہگار ہوں گے“

نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی پر شراب پینے کی حد جاری

فرمائی۔ بعض صحابہ نے ان پر لعنت کی اور کہا کہ شراب نوشی کی کثرت کا سبب کیا ہے جنو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا تَلْعَنُو فِائَتَهُ يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ

” اس پر لعنت نہ کر کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے

محبت رکھتا ہے۔“

یہ بھی مروی ہے کہ :

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟
قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا
مِنْ كَثْرَةِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ
وَلَكِنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ أَنْتَ مَعَ
مَنْ أَحَبَبْتَ۔

” ایک صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ!
قیامت کب ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے
اس کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے
بہت نمازیں، روزے اور صدقے تیار نہیں کئے لیکن میں اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں آپ
نے فرمایا تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔“

جو شخص بظاہر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور پرہیزگار ہے اور اس کا
باطن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور آپ کی تعظیم شان اور
تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہے وہ مومن نہیں ہے جیسے کہ اہل شام کے لشکر نے میدان

کرب و بلا میں امام اہل اسلام سیدنا امام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام سے ناحق الجھڑ کر
حضرت امام کا خون بہایا اور اپنے ایمان کی آبرو ضائع کر کے اپنے سر پر ذلت و رسوائی
کی خاک ڈالی اور بدترین کفار اور اشقیاءِ اہل ناپسند سے ہوئے بہ ظاہر مسلمانوں کی عکلائیں
رکھتے تھے اور ظاہری اتباع سے باہر قدم نہ رکھتے تھے لیکن ان کے دلوں میں نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہرگز نہ تھی ورنہ ان سے آپ کے اہل بیت پر ایسا ظلم
کیسے صادر ہوتا۔

بے حُبِّ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اتباعِ معتبر نہیں | اس سے معلوم

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری پیروی کا سبب آپ کی کامل محبت میں منحصر نہیں
ہے بلکہ بہت دفعہ آپ کی شاعت اور پیروی میں دوسری اغراض و لمبیں پوشیدہ ہوتی
ہیں جو ظاہری تقویٰ اور صورتی نیکی کے اختیاب کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، بعض لوگوں
کے سر میں شہرت، عزت اور عامۃ الناس کی راہبری ایسے بلند مقام کی ہوس سما جاتی
ہے اور اس حیلہ سازی سے یہ مراد پوری ہو جاتی ہے، بے ریا محب اور باطنی مخلص
دنیا میں بہت کم ہیں، محبت کے نام کو رو آٹا (ظاہری تقویٰ و پرہیزگاری) عجبانِ مخلص
کے امتحان کے لئے کسوٹی نہیں بن سکتے، اگر وہ آثار (اطاعت و فرمانبرداری) کسی
شخص میں بے تکلف پائے جائیں تو وہ عیبِ صادق ہے ورنہ ریاکار و
منافق ہے۔

تنقیصِ شان کے مرتکب کا حکم | جب بارگاہِ ایزدی کے مقربین کے سردار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا کچھ حال تحریر ہو چکا تو اب
سید الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تخفیف کرنے والے کا حال سینے
شرح و قایہ پر عمل چلپی کے خواستی میں ہے :

قَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ الْإِسْتِخْفَانَ
بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَيِّ
سَبِيٍّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ كُفْرًا سَوَاءً فَعَلَهُ فَاعِلٌ
ذَلِكَ اسْتِحْلَالًا أَمْ فَعَلَهُ مُعْتَقِدًا الْحُرْمَةَ
وَلَيْسَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِي ذَلِكَ وَ
الَّذِينَ نَقَلُوا الْإِجْمَاعَ فِيهِ أَكْثَرُ مِنْ
أَنْ يُحْصَى.

”بے شک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم یا کسی اور
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کفر ہے عام ازیں کہ
تخفیف کرنے والا اسے حلال جانتا ہو یا حرام، اس مسئلہ میں علماء کا
کوئی اختلاف نہیں ہے اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے والے علماء
سے باہر ہیں“

قَالَ الْقَاضِي فِي الشِّفَارِ انَّ جَمِيعَ مَنْ
سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَبَّ
أَوْ أَحَقَّ بِهِ نَقْصًا فِي نَفْسِهِ أَوْ نَسَبًا أَوْ دِينًا
أَوْ خَصْلَةً تَنْبِغُ خِصَالِهِ أَوْ عَرَضَ بِهِ أَوْ شَبَّهَهُ
بِشَيْءٍ عَلَى طَرِيقِ السَّبِّ أَوْ الْأَشْرَارِ عَلَيْهِ أَوْ
التَّصْفِيرِ لِشَيْءٍ أَوْ الْغَضِّ مِنْهُ أَوْ الْعَيْبِ لَهُ
فَهُوَ سَابٌّ لَهُ وَحُكْمُهُ حُكْمُ السَّابِّ يُقْتَلُ
كَمَا نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَلَا نَسْتَتْنِي فُضْلًا
مِّنْ فُضُولِ هَذَا الْبَابِ عَلَى هَذَا الْمَقْصِدِ

وَلَا نَسْتَرِي فِيهِ تَضَرُّيًّا كَانَ أَوْ تَلَوِيًّا۔
 ” حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاہ شریف میں فرماتے
 ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے
 آپ کی ذات شریف یا آپ کے نسب یا آپ کے دین یا آپ کی
 کسی خصلت کی طرف نقص کی نسبت کرے۔ یا آپ کی طرف تعریض کرے
 (اشارہ عیب جوئی کرے) یا آپ کو کسی نئے سے گالی یا توہین یا شان
 کی کمی کرنے یا آپ سے چشم پوشی کرنے یا عیب لگانے کے طور پر
 تشبیہ دے تو وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہے،
 اس کا حکم وہی ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے یعنی اسے
 قتل کیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے، اس مقصد (قتل کرنے)
 سے ہم کسی قسم کا استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس میں شک کرتے
 ہیں خواہ صراحت ہو یا اشارہ۔“

وَكَذَلِكَ مَنْ لَعَنَ، أَوْ دَعَا عَلَيًّا أَوْ
 تَسَمَّى تَضَرُّةً لَهُ، أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ
 بِمَنْصِبِهِ عَلَى طَرِيقِ الدِّمِّ أَوْ عَثِثَ فِي
 جِهَتِهِ الْعَزِيزِ بِسَخْفٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَهُجْرٍ
 وَمُسْكَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَنَهْوٍ أَوْ عِتْرَةٍ بِشَيْءٍ
 مَا جَرَىٰ مِنَ الْبَلَاءِ وَالسَّحْنَةِ عَلَيْهِ أَوْ غَمَصَهُ
 بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ عَلَيْهِ
 الْمَعْهُودَةَ لَدَيْهِ۔

” اسی طرح وہ شخص کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف

لعنت کی نسبت کرتے یا آپ کے لئے بد دعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے شانِ شان نہیں ہے بطورِ مذمت یا آپ کی جانب عزیز سے کھیلتے ہوئے ملے کلام یا ہجو یا جھوٹے کلام سے یا آپ کو عیب لگائے اس آزمائش اور مشقت کی بنا پر جو آپ پر گزری یا آپ کو عیب لگائے بعض ان عوارض بشریہ سے جو آپ کے لئے جائز اور معلوم تھے:

وَهَذَا كَلِمَةٌ إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَأُمَّةٍ
الْفَتَوَى مِنْ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ إِلَى هَلَّةٍ جَرًّا -

”یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام علماء اور ائمہِ فتوے کا اجماعی فیصلہ ہے“

یہ بھی شفاء شریف میں ہے :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُوَيْبٍ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ
عَلَى أَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالسُّنْقِصَ لَهُ كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٍ عَلَيْهِ
بِعَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ
الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ فَقَدْ كَفَرَ -

”حضرت محمد بن سویب نے فرمایا علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کالی دینے والا اور آپ کی تنقیصِ شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے۔ اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور“

جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

شفا شریف اور حواشی چلیپی میں ہے :

قَالَ ابْنُ عَبَّابٍ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ
مَوْجِبَانِ أَنْ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذَى أَوْ نَقْصٍ مُعَرِّضًا أَوْ مُصْرِحًا
وَإِنْ قَلَّ فَقَتْلُهُ وَاجِبٌ -

”حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ تحقیق قرآن و حدیث اس امر
کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت
دینے یا آپ کی تفتیش شان کا ارادہ کرے، تعریضاً ہو یا تصریحاً، اگرچہ
قلیل ہو، اس کا قتل واجب ہے۔“

حواشی چلیپی میں ہے :

وَاعْلَمْنَا أَنَّ السُّقَرَّ رَمِيَتْ تَتَّبِعُ الْمُغْتَبِرَاتِ
أَنَّ الْمُخْتَارَ أَنْ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ مَا يَدُلُّ
عَلَى تَخْفِيفِ عَلَيِّهِ السَّلَامِ بِعَمْدٍ وَقَصْدٍ
مِنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ يَجِبُ قَتْلُهُ وَ
لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ بِسَعْنَى الْخَلَاصِ عَنِ
الْقَتْلِ وَإِنْ أَتَى بِكَلِمَتِي الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوعِ
وَالتَّوْبَةِ لَكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَوْ قُتِلَ
حَدَّ امَّاتِ مِيَّتَةِ الْإِسْلَامِ فِي غُسْلِهِ وَصَلْوَتِهِ
وَدَفْنِهِ -

”معتبر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مختار

یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس شخص سے قصداً اور ارادۃً ایسا کلام صادر ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیفِ شان پر دلالت کرتا ہو اس کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ بائیں معنی مقبول نہیں ہے کہ وہ قتل سے بچ جائے اگرچہ وہ شہادت کے دو کلمے پڑھے اور اس جرمِ عظیم سے توبہ کرے لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مرتب ہو جائے یا اس جرم کی سزا میں قتل کر دیا جائے تو اس کی موت اہل اسلام کی طرح ہوگی، غسل، نماز جنازہ اور دفن میں یعنی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں اس کا حکم تمام مسلمانوں کی طرح ہوگا اور اگر معاذ اللہ توبہ سے پہلے مر گیا تو کافر مراد اور اس کے ساتھ اہل اسلام والا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

بلا ارادہ میں سے مرتکب کا حکم | جانتا چاہئے کہ اس قائل نے قصداً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیفِ شان کی ہے اور اپنا ایمان برباد کیا ہے جیسا کہ مقام ثالث میں بیان ہوا ہے، جو شخص اس بڑے جرم کا قصداً مرتکب نہ ہوا ہو بلکہ کسی اور سبب سے یہ عظیم جرم اس سے سرزد ہوا ہو اس کے حال کا بیان اگرچہ ہماری گفتگو سے متعلق نہیں ہے تاہم تکمیل بیان کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی ذکر کر دیا جائے لہذا سنئے!

شفا شریف اور حواشی چلیپی میں ہے :

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَا حَقَّ بِيَّ فِي الْبَيَانِ وَالْحِجَابِ
وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْقَاتِلُ لِسَاقَالٍ فِي جَهْمَتِهِ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلشَّبِّ وَالْإِسْهَالِ وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهُ -

” دوسری وجہ بیان اور ظہور میں پہلی وجہ سے ملحق ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ کلام کہنے والے کا ارادہ گالی اور توہین کا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کے مضمون کا عقیدہ رکھتا ہے۔“

وَلَكِنَّهَا تَكَلَّمَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهِ أَوْ سَبِّهِ أَوْ تَكْذِيبِهِ أَوْ إِضَافَةِ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ أَوْ نَفِي مَا يَجِبُ لَهُ بِمَا هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَقِيصَةً مِثْلُ أَنْ يَنْسُبَ إِلَيْهِ إِثْمَانٌ كَبِيرَةٌ أَوْ مُدَاهَنَةٌ فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمِ بَيْنِ النَّاسِ أَوْ لِيُغْضَ مِنْ مَرْتَبَتِهِ أَوْ شَرَفِ نَسَبِهِ أَوْ وَفُورِ عَلَيْهِ أَوْ شُرْهُدِهِ أَوْ يُكَذِّبَ بِمَا اشْتَهَرَ بِهِ مِنْ أُمُورٍ أَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِيَرَى خَبْرَهُ أَوْ يَأْتِيَ بِسَفْهِ مِنَ الْقَوْلِ أَوْ بِقَبِيحٍ مِنَ الْكَلَامِ وَلَوْ بِإِشَارَةٍ وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهِ وَإِنْ ظَهَرَ بَدَلِيلٌ حَالِيًا لَمْ يَتَعَمَّدْ ذَمًّا وَلَمْ يَقْصُدْ سَبًّا إِمَّا لِجِهَالِ حَمَلِهِ عَلَى مَا قَالَهُ أَوْ بِضَجْرٍ أَوْ بِسُكْرٍ أَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَتِهِ وَضَبْطِ لِسَانِهِ وَعَجْزٍ فِي تَهْوِيرِ فِي كَلَامِهِ

” لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر

کہا یعنی لعنت یا تکذیب یا گالی یا ناروا چیز کی نسبت کی یا ایسی چیز کی نفی کی کہ آپ کے لئے ضروری ہے وغیر ذلک کہ آپ کے حق میں نقص ہیں مثلاً آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کی یا تبلیغ احکام یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداخلت (ملاحظہ) کی نسبت کی یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام، شرف، نسب، فراوانی علم یا زہد میں کمی کی یا آپ کی خبر کی تردید کے ارادے سے ان امور کی تکذیب کی جو آپ سے مشہور اور متواتر ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کم عقلی یا برے کلام یا کسی قسم کی گالی کی نسبت کرے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت یا آپ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یا توجہالت نے اسے اس کلام پر پراگینہ کیا ہے یا بے چینی یا نشہ نے اسے ابھارا ہے یا زبان کے ضبط اور اس کی حفاظت کی کمی اور اس کلام میں جلدی اور بے باکی کی بنا پر کہہ گیا ہے۔“

فَحُكِّدْ هَذَا الْوَجْهَ حُكْمُ الْوَجْهِ الْآوَلِ
الْقَتْلُ دُونَ تَلْعَتِهِمْ إِذْ لَا يُعَدُّ أَحَدًا فِي الْكُفْرِ
بِالْجِهَالَةِ وَلَا بِدَعْوَى نَرِّ لِّلِ اللِّسَانِ وَلَا شَيْئًا
مِمَّا ذَكَرْنَا إِذَا كَانَ عَقْلُهُ فِي فِطْرَتِهِ سَلِيمًا
إِلَّا مَنْ أَكْرَاهَهُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ -

”پس وجہ ثانی کا حکم وہی ہے جو وجہ اول کا حکم ہے کہ اسے بغیر کسی تاخیر کے قتل کر دیں کیونکہ جب پیدائشی طور پر کسی کی عقل درست ہو تو کسی شخص کے لئے کفر کے معاملہ میں جہالت یا زبان کی لغزش یا اشتیاب مذکورہ (بے چینی یا نشہ وغیرہ) کو عذر قرار نہیں دیا جائیگا سوائے اس شخص کے

جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو،

اگر کوئی سچا کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر دلالت کرتا ہو تو اس کا قائل کافر ہو جائے گا چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عوارضِ بشریہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرے، کافر ہو جائے گا حالانکہ وہ عوارضِ بشریہ آپ کے لئے جائز اور معلوم ہیں اسی لئے علماء نے اس شخص کے قتل کا فتوے دیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر سے تعبیر کر کے آپ کی تنقیصِ شان کا ارادہ کرے جیسا کہ کتبِ فقہ میں مذکور ہے اس سلسلہ کی جزئیات حد و حساب سے خارج ہیں، جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی کافی ہے۔

اعتراض کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ اہل سنت کے محققین کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے پس اہل قبلہ میں سے جو شخص تنقیصِ شان کی قباحت کا مرتکب ہوا ہو اس کے کفر کا حکم کس طرح لگایا جاسکتا ہے؟

جواب کتبِ عقائد میں مذکور ہے کہ :

وَلَا تُكْفِرُ أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ

”ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے“

قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ ان اہل قبلہ کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریاتِ دین (وہ امور جو دین میں بدیہی اور یقینی طور پر معلوم ہوں) کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت اور کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو اور جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کفر کی کوئی علامت ظاہر ہو یا کفر کا کوئی سبب صادر ہو اسے بلا تاویل کافر قرار دیا جائے گا اور وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ

بھی کافر ہے کیونکہ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنے کا مطلب ضروریاتِ دین میں شک کرنا ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں شک کرے وہ بلاشک و شبہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

ثُمَّ عَلِمْنَا أَنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ
اتَّفَقُوا عَلَى مَا هُوَ مِنْ ضُرُورِيَّاتِ الدِّينِ
كَحُدُوثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَعِلْمِ اللَّهِ
بِالْكَلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ
مِنَ السَّائِلِ الْمُهَيَّاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طُولَ
عُمُرِهِ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ
بِقِدْمِ الْعَالِمِ أَوْ نَفِي الْحَشْرِ أَوْ نَفِي عِلْمِهِ
سُبْحَانَ الْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُونُ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ
وَأَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيرِ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ
الْقِبْلَةِ عِنْدَ أَهْلِ الشُّنَّةِ أَنَّهُ لَا يَكْفَرُ مَا لَمْ
يُوجَدْ شَيْءٌ مِنْ أَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِ
وَلَمْ يَصُدَّرْ مِنْهُ شَيْءٌ مِنْ شَوْجِبَاتِهِ -

” اہلِ قبیلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہوں،
مثلاً عالم کا حادثِ عدم کے بعد موجود ہونا، قیامت کے دن اجسام
کا (مع ارواح) کے اٹھایا جانا، اللہ تعالیٰ کا تمام کلیات اور جزئیات
کو جاننا اور اس جیسے دیگر اہم مسائل، پس جو شخص طویل عمر، طاعت و
عبادت پر عمل پیرا رہا اس کے ساتھ ساتھ عالم کے قدیم (بے ابتداء)
ہونے یا حشر جسمانی یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات کو نہ جاننے کا قائل تھا

وہ اہل قبیلہ سے نہیں ہوگا، اہل سنت کے نزدیک اہل قبیلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس سے کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو، شرح مواقف میں ہے :

وَلَا يَكْفُرُ أَهْلُ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِمَا فِيهِ نَفْيٌ
لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيمِ أَوْ شَرِكٍ أَوْ نِكَارٍ لِلنَّبَوَاتِ
أَوْ إِثْكَارٍ مَّا عَلِمَ بِمَجِيئِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِ
ضُرُورَةٍ أَوْ الْمَجْمَعِ عَلَيْهِ كَاسْتِعْطَالِ الْمُحَرَّمَاتِ
الَّتِي أُجْمِعَ عَلَى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَتْ ذَلِكَ الْمَجْمَعُ
عَلَيْهِ مِمَّا عَلِمَ ضُرُورَةً مِنَ الدِّينِ فَذَلِكَ
ظَاهِرٌ وَدَاخِلٌ فِيمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَإِلَّا فَإِنْ
كَانَ إِجْمَاعًا ظَنِّيًّا فَلَا كُفْرَ بِسُخَالْفَتَى وَإِنْ
كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيهِ خِلَافٌ اِنْتَهَى -

”اہل قبیلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے کلام سے جس میں قدرت والے علم والے خالق کی نفی یا شرک یا نبوت سے متعلق امور کے انکار یا ایسی اشیاء کے انکار سے جن کے بارے میں براہین ثابت ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں یا جن پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے مثلاً ان محرمات کو حلال جاننا جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگر وہ متفق علیہ ضروریات دین سے ہے تو اس کے انکار کا کفر ہونا ظاہر ہے اور وہ ما قبل میں داخل ہے ورنہ اگر اجماع ظنی ہے تو اس کا انکار کفر نہیں ہے اور اگر اجماع قطعی ہے تو اس کے

انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔

اسی طرح دوسری کتابوں میں ہے۔

جب ثابت ہو گیا کہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم اور دیگر

انبیاء علیہم السلام کی تخیفِ شان کفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے۔
پس جو شخص اس مسئلہ میں شک کرے وہ کافر ہے، تخیفِ شان کے مرتکب کا

کیا حال ہوگا؟

اس مقام میں گفتگو ختم ہوئی۔

خلاصہ فتوے

جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصہ فتوے اور استفتاء کا جواب سنئے!

سائل نے تین سوال کئے تھے :

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین آپ پر صلوة بھیجنے والوں کی پاکیزہ ترین صلوة، سلام بھیجنے والوں کا بہترین سلام، فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین تحفہ ہو، کی شانِ عالی اور قدرِ جلیل و جلیل کی تنقیص و تخفیف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی قباحت پر مشتمل ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعی کیا ہے اور وہ دین و ملت کے لحاظ سے کون ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور ستر پانچ جھوٹ، دروغ، فریب

اور دھوکہ ہے کیونکہ وہ گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کی نفی کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دیگر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام اور اصفیاء سے شفاء و جانا اور شفاءِ محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتابِ مبین، احادیثِ سید المرسلین اور اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقامِ اول میں تفصیلاً ثابت ہوا اور مقامِ ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بطلان دلائل سے واضح ہوا۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلاشبہ بارگاہِ الہی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقیصہ شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے جیسے مقامِ ثالث میں مذکور ہوا اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک و تردید لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کا فرو بے دین اور نامسلمان و لعین ہے مگر کفر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے جو اس گمراہانہ کلام کو قابلِ تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریاتِ دین میں سے شمار کرتا ہے، ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے نبی اکرم، دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریاتِ دین میں سے گمان کیا، اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفدار می روار کھتا ہے وہ اہل علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دورانہ کار تا ویلات اختیار کرتا ہے وہ بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے کہ ایک بے دین کی طرفدار کو سیدالانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر تزییح دی اور ملامت کے خوف بلکہ بقا صنائے بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہے اور یہ سب کفر اور الحاد ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی آلِ پاک کے طفیل اس سے محفوظ رکھے، چوتھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت کرنے سے فراغت حاصل ہوئی، پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ

اب کفر کی گہری ظلمت چھٹ گئی اور ایمان کا نور جگمگا اٹھا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہدایت کے پیروکاروں پر سلام ہو۔ یہ تحریر ہدایت دینے والے بے نیاز رب کی طرف محتاج بندے محمد فضل حق بن محمد فضل امام فاروقی حنفی خیر آبادی کی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان دونوں پر بطف و کرم فرمائے اس ذاتِ کریم کے طفیل جو مجالس کو زینت دینے والوں میں سب سے بہتر ہیں، جن کی عنایت نے پکارنے والے کی پکار کا جواب دیا اور وسیع کرم سے دشمن کو جو دوسخا سے نوازا، شہری اور دیہاتی کو اپنی بروقت نوازش، ظاہر عطا اور بے انداز نعمتوں سے مالا مال کیا مقابلہ کرنے والوں کو ہلاک کیا، دشمنوں کی روحیں قبض کر لیں اور جنہیں ایک ماہ کی مسافت کے قصبوں اور دیہاتوں تک پہنچانے سے مدد دی گئی، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے جو بیا بانوں کے ستارے اور روزِ قیامت کے شفیع ہیں جس دن (رحمتِ الہی کے بغیر) کوئی قیدی نجات نہیں پائے گا اور راہِ راست پر چلنے والا قیدی نہیں

کیا جائیگا (یہ بارانِ رحمت) اس وقت تک رہے جب تک
 ہدیٰ خوانوں کا سردار اونیٹیوں کو وجد میں لاتا رہے، بلند آواز اور
 خوشنوائی سے شوق والوں کو گرمانا رہے اور آفاقِ عالم میں انعامات
 اور حوادث کے بادل برستے رہیں، میں نے اس تصنیف کا نام

تحقیق لفتویٰ فی البطلان الطغویٰ

(طغیان اور سرکشی کے رد و ابطال میں فتوے کی تحقیق) رکھا۔
 مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے میرے لئے ذخیرہ
 آخرت اور معاند کے لئے تنبیہ بنائے گا کیونکہ مخالف تحریر سے میرا
 ارادہ احباب میں فخر کرنے کا نہیں ہے، میں تو حسب استطاعت
 اصلاح چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی مجھے توفیق دینے والا ہے اسی پر
 مجھے اعتماد ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں، اسے ہمارے
 رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو واضح فرما، تو ہی سب
 سے بہتر حق کو واضح فرمانے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
 وآلہ وصحبہ اجمعین۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

(۱) محمد فضل حق ۱۴۳۷ھ

(۳) حاجی محمد قاسم

(۲) المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۴۲۰ھ

(۱۵) کریم اللہ

(۱۴) فقیر محمد حیات الاری

(۱۶) محمد رشید الدین

(۱۸) محمد رحمت

(۱۶) مخصوص اللہ

(۱۹) عبدالحق

(۱۱) محمد موسیٰ

(۱۰) محمد عبد اللہ

(۱۲) خادم محمد

(۱۲) محمد شریف

(۱۳) احمد سعید مجددی

(۱۵) محمد حیات

(۱۴) حسین الدین

(۱۸) جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے

(۱۶) صدر الدین

دلائل کسی عناد اور مخالفت کے بغیر نظر انصاف سے دیکھے، اسے ایسا حق پایا جسے باطل کسی جانب سے لاحق نہیں ہو سکتا تو میں نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

محبوب علی

(بخدمہ تعالیٰ ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۲ گشت ۱۳۹۸/۵/۱۹۷۸ کو ترجمہ مکمل ہوا۔ محمد سعید الحکیم شرف قادری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحریر اول

از: بطل حریت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ میں مسند شفاعت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک قبیح عبارت لکھی، علامہ محمد فضل حق خیر آبادی نے اس پر رد کرتے ہوئے چند صفحات تحریر کئے، ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ ”یک روزہ لکھا، حضرت علامہ نے اس کے رد میں ”تحقیق الختوی فی إبطال الطفوی“ (شفاعت مصطفیٰ ﷺ) لکھی اور جب مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹونگی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی تو علامہ نے اس کے جواب میں ”امتناع النظیر“ لکھی، اور وہ کتاب خود بے نظیر واقع ثابت ہوئی، آج تک کسی کو اس کے جواب میں زبان کھولنے کی جرات نہیں ہوئی۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(ترجمہ: محمد عبدالحکیم شریف)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہیں اور اچھی عاقبت متقین کے لیے اور دوسلام ہو اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل اور صحابہ کرام پر۔

صاحب تقویۃ الایمان نے (اپنی کتاب کی) تیسری فصل میں شرک کا رد کرتے ہوئے وجاہت کا معنی بیان کرنے کے بعد کہا:

اوس شاہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر ہے کہ ایک آن میں ایک امر کن سے کروڑوں افراد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر عدم سے وجود میں لے آئے اور یہ جمہور مسلمانوں کے متفقہ عقیدے کے خلاوت ہے، کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثال مستنع الوجود ہے (یہ صنع ہے) اور جس چیز کا وجود ممتنع اور محال ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبر ہے)

صغریٰ کا بیان یہ ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کوئی شخص ممکن ہو تو وہ لازماً نبی ہوگا، کیونکہ غیر نبی، نبی کی مثل نہیں ہو سکتا، لیکن آپ کے مماثل نبی ممکن نہیں ہے، کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور خاتمیت کا معنی یہی ہے کہ آپ کی مثل کا وجود ممکن نہ ہو، اس لئے کہ انسانی کمالات کی انتہا مرتبہ نبوت ہے اور اس مرتبہ کا کمال یہ ہے کہ خواص ثلاثہ کے قومی ترین مراتب پر مشتمل ہو جس سے زیادہ قوی مرتبہ

۱۔ علامہ عبد العزیز پرہاروی فرماتے ہیں کہ حکماء اسلام (باقی اگلے صفحہ پر)

عالم امکان میں متصور نہیں ہے، لہذا ختم نبوت سے بلند مرتبہ ممکن ہی نہیں ہے۔
 دو مرتبہ کہ وجود امکانی کے مراتب میں اس سے بلند تر کوئی مرتبہ نہیں ہے
 وجود خاتم الانبیاء کا مرتبہ ہے، جب نبوت اس مرتبہ تک پہنچتی ہے تو ختم ہو جاتی
 ہے، ابتدا کے سلسلے میں معلول اول کا مرتبہ اور (انتہاء و) رجوع کے سلسلے میں خاتم الانبیاء
 کا مرتبہ یکساں ہے (ابتدا و انتہا کی) قوس نزولی اور صعودی اس جگہ اکٹھی ہو جاتی
 ہیں اور دائرہ وجود اس جگہ مکمل ہو جاتا ہے جس طرح سلسلہ آغاز میں اول سلسلہ
 اور واجب الوجود کے درمیان کوئی فرد متصور نہیں ہے، اسی طرح سلسلہ انتہا میں آخر
 سلسلہ اور واجب الوجود کے درمیان کوئی مرتبہ متصور نہیں ہے، جس طرح وجود کا
 آغاز واجب الوجود سے ہے اسی طرح وجود کا انجام بھی وہی ہے، مبداء بھی وہی اور
 معاد بھی وہی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کا مماثل
 ممکن ہو تو یقیناً اس کے واقع ہونے سے محال لازم نہیں آئے گا، کیونکہ ممکن
 کے واقع اور متحقق ہونے سے محال لازم نہیں آیا کرتا، جبکہ اس جگہ خاتم النبیین کے
 مماثل کے واقع ہونے سے آیہ کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
 وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ کے منطوق کا کذب لازم آتا ہے، یہ آیت
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کے بالفعل موجود ہونے کے

(صفحہ گزشتہ سے آگے) کہتے ہیں کہ نبی میں تین شرطیں (خواص) کا پایا جانا ضروری ہے (۱) مُنِيبَاتٍ پر
 مطلع ہونا اور یہ اس لیے کہ ان کی روح کا مقرب فرشتوں کے ساتھ اتصال ہوتا ہے (۲) عناصر کا ہیولہ
 ان کی اطاعت کرتا ہے اور وہ اس میں تصرف کرتے ہیں مثلاً ہوا کو پانی بنا دینا (۳) فرشتوں کو محسوس
 صورت میں دیکھتے ہیں اور ان کا کلام بطور وحی سنتے ہیں (نبرا س ص ۲۲۹ مختصراً) خواص ثلاثہ سے علامہ
 خیر آبادی کی مراد یہی تین خواص ہیں ۱۲ شرف قادری

ممتنع ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے، وجودِ مثل کو ممکن ماننا اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کو جائز قرار دینا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ محال ہے کیونکہ وہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ کے بارے میں محال ہے، آیاتِ وعید، دیگر آیات اور احادیث کے پیش نظر شروط معلومہ کے ساتھ مشروط ہیں، ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ ان آیات کی طرح نہیں ہے تاکہ اس آیت کو قوتِ شرطیہ میں قرار دے کر لزومِ کذب کے استحالة کو دفع کیا جاسکے۔

کبریٰ کی دلیل یہ ہے کہ قدرت کا معنی ہے فعل اور ترک کا صحیح ہونا جیسے کہ محقق دوانی کی شرح عقائدِ عضدیہ میں ہے یا قدرت کا معنی دو صفت بت جو ارادہ کے مطابق موثر ہو جیسے کہ شرح مواقف اور تجرید کی شرح جدید میں ہے اور لازمی بات ہے کہ ایسی صفت فاعل کی نسبت سے صحت کا تقاضا کرے گی کیونکہ قادر وہی ہے جس کے لیے کسی کام کا کرنا اور ترک دونوں صحیح ہوں فاعل کی نسبت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ فعل فی نفسہ ممکن اور صحیح ہے، قدرت نے اسے ممکن اور صحیح نہیں بنایا ورنہ قلب مواد (واجب یا محال کا ممکن بنا دینا) لازم آئے گا، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت نے فعل کو فاعل موجد کی نسبت سے صحیح اور ممکن بنا دیا ہے، ماننا پڑے گا کہ قدرت ممکن پر ہی ہوتی ہے اور اس معاملے میں تمام ممکنات برابر ہیں، قدرت کی مقتضی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور مقدور ہونے کو صحیح قرار دینے والا امکان ہے ذاتِ باری تعالیٰ کی نسبت تمام ممکنات کی طرف برابر ہے۔

جب بعض پر قدرت ثابت ہوئی تو تمام ممکنات پر قدرت ثابت ہوگی، کیونکہ امکان تمام ممکنات میں مشترک ہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز پر قادر ہے جو ممکن ہو۔ ممتنع اور واجب اس کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہیں۔ اس سے بجز لازم نہیں آتا جو قدرت کے مقابل ہے، کیونکہ ممتنع کے ایجاد پر قدرت کا نہ ہونا بجز نہیں ہے اس

یے کہ متمنع وجود کے قابل ہی نہیں ہے، آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وَاَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ کا معنی مفسرین نے بیک زبان یہی بیان کیا ہے کہ ہر شے مراد ہر ممکن ہے، کیونکہ محال بالاتفاق شے نہیں ہے اور واجب و محال پر قدرت نہیں ہوتی، بیضاوی میں ہے کہ قدرت کا معنی شے کو پیدا کر سکتا ہے۔

صاحب کشاف جو اکابر معتزلہ میں سے ہیں آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر میں کہتے ہیں:

قادر کے حق میں شرط یہ ہے کہ فعل محال نہ ہو، جب تمام اشیا پر قادر کا ذکر ہو تو محال خود مستثنیٰ ہے، گویا کہا گیا ہے کہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو ہو سکتی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ کہا جاتا ہے فلاں شخص انسانوں کا امیر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ماسوا کا امیر ہے وہ شخص بھی اگرچہ انسانوں میں سے ہے لیکن اس وقت وہ ان میں داخل نہیں ہے۔

اس عبارت سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ واجب تعالیٰ متمنع پر قادر نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر متمنعات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل ایک شخص کے پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے، چہ جائیکہ ایک آن میں آپ کی مثل ہزاروں افراد پیدا فرمادے۔

اس جگہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر دیس بکے صغرائے میں امتناع سے مراد امتناع ذاتی ہے تو ہم صغرائے تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات نہیں ہے، بلکہ نظیر اس لیے محال ہے کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خبر میں کذب ممتنع بالذات ہے اور ممتنع بالذات ہونا امکان ذاتی کے منافی نہیں ہے اور اگر امتناع سے مراد امتناع بالذات ہے تو صغراے مسلم ہے، لیکن کبرائے میں کلام ہے کہ اس جگہ ممتنع کس معنی میں ہے؛ اگر اس جگہ بھی ممتنع بالذات ہو تو حد اوسط سزا مکر ہے لیکن کبرائے ممنوع ہے کیونکہ ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ جس چیز کا وجود ممتنع بالذات ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہے جب کبرائے میں ممتنع سے مراد ممتنع بالذات ہو تو کبرائے کی صحت میں شک نہیں ہے لیکن حد اوسط مکر نہ ہوئی اور (اصغرا کا اکبر کے تحت) اندراج لازم نہ آیا۔ اس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کے واقع ہونے سے جو محال لازم آیا ہے وہ امتناع بالذات کی وجہ سے ہے نہ کہ امکان ذاتی کی بنا پر۔

مخفی نہ رہے کہ یہ جواب ہمارے مقصد کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ایسا ممکن بالذات جس کا واقع نہ ہونا نص قرآنی سے ثابت ہو اس کے وقوع کے ساتھ تین صفات کا تعلق برابر ہے۔ ۱۔ قدرت کا تعلق۔ ۲۔ ارادہ کا تعلق جس کا مطلب ہے دو مقدماتوں میں سے ایک کو وقوع کے ساتھ خاص کرنا۔ ۳۔ خلق کا تعلق جس کا معنی ہے شے کا عدم سے فعلیت اور وجود کی طرف نکالنا۔ خلاصہ یہ کہ جس ممکن کے واقع نہ ہونے کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کا واقع ہونا ممتنع بالذات کی طرح قدرت سے خارج ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ امتناع بالذات بھی قدرت کے متعلق ہونے کے منافی نہیں ہے اور بہت سے افراد منظر تجلیات افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے مماثل، امکان ذاتی اور تصور عقل کے پیش نظر صرف اس اعتبار سے کہ وہ ممکن ذاتی ہیں، قطع نظر امور خارجہ اور

موانع سے، اللہ ذوالجلال کی قدرت سے موجود ہو سکتے ہیں، تو قابل غور بات یہ ہے کہ ایسے ممکن اور متصور محض امور جن کے وقوع کو عقل مجھض ان کے امکان ذاتی من حیث ہونے کو پیش نظر رکھتے ہوئے جائز قرار دے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار، عوام کا لانا عام کو حیران اور پریشان کرنے کے مترادف اور ان کے عقائد کمزور کر دینے کے برابر ہے۔ کیونکہ تقویۃ الایمان کی عبارت میں جو مطلب بیان کیا گیا ہے اسے عوام ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ صرف خواص ہی سمجھ سکتے ہیں جو امکان ذاتی، امتناع بالغیر اور مرتبہ ماہیت من حیث ہی اور من حیث المخلوط کے مطلب و مفہوم سے آگاہ ہونگے وہ ضرور صاحب رسالہ (تقویۃ الایمان) کی مذکورہ عبارت کے مطلب تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔

صاحب تقویۃ الایمان نے اس عقیدے کو دین کے بڑے اصول میں سے قرار دیا ہے، عوام اس عقیدے کو ذہن نشین اور خالی ذہنوں میں نقش کرنے کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی مثل ان گنت افراد انبیاء کے وجود کو دوسرے انسانی وجود کی طرح قابل وقوع ہی جانیں گے، اس کے علاوہ ان کے لیے کسی دوسری ہدایت کی توقع نہیں ہو سکتی۔

اس صورت میں اگر کوئی شخص کسی عام آدمی کو یہ سمجھائے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے جوڑے ہونے کے عقیدے کو اس کے سپرے ہونے کے عقیدے کے برابر جانو تو کیا حرج اور کیا نقصان ہوگا؟ کیونکہ موضوع و محمول کی خصوصیت سے قطع نظر یہ عقیدہ بھی بلاشبہ صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے۔

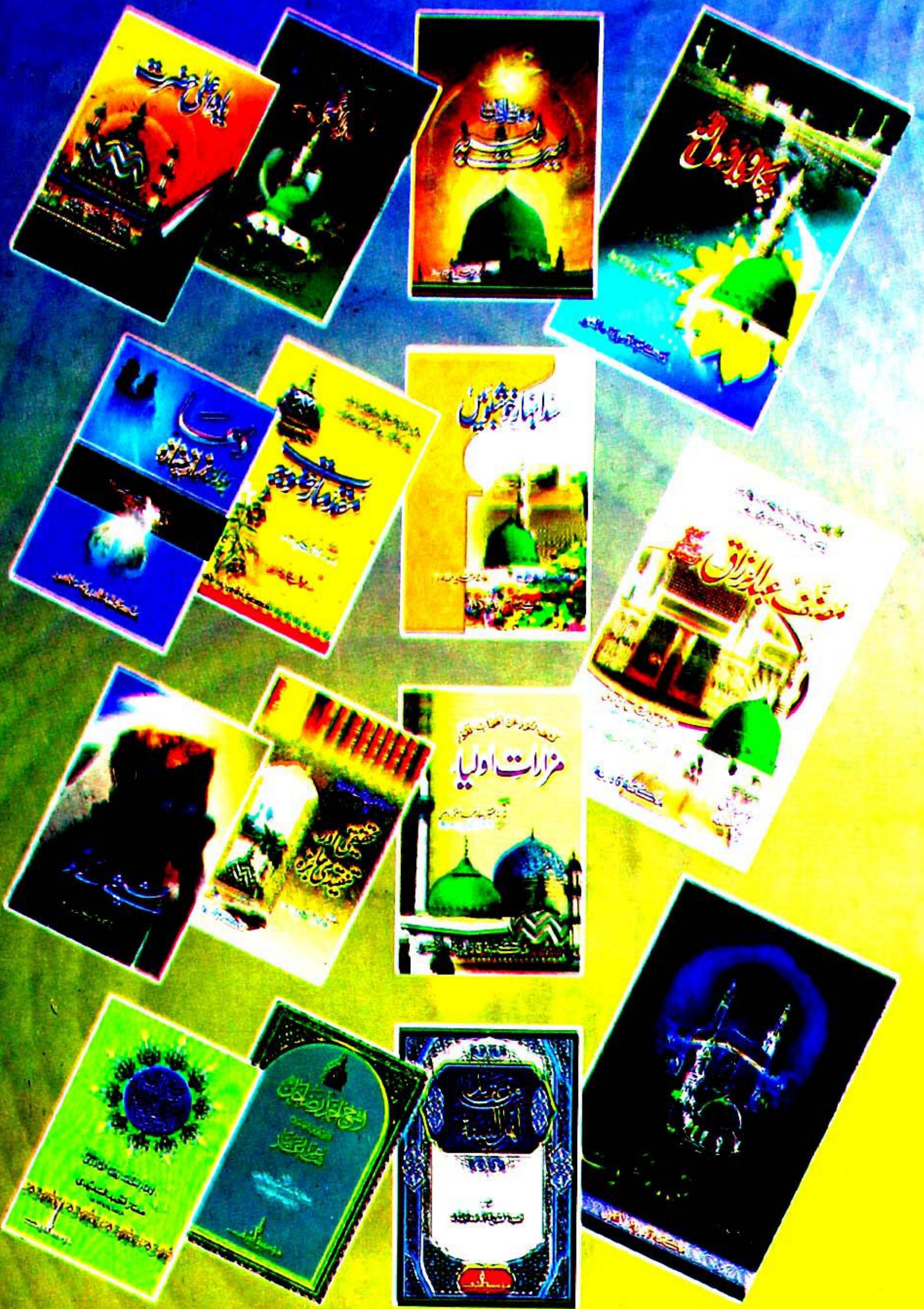
مقام حیرت ہے کہ قطع نظر اس بات سے کہ اس مثال سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بے ادبی، گستاخی اور زبان درازی لازم آتی ہے اور اس کے منکرین نبوت کے بھی روٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ رسالہ عوام کو سمجھانے کے لیے اردو میں لکھا گیا ہے (سوال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی قدرت عامہ شاملہ کے سمجھانے کیلئے یہی مثال روگنی تھی کہ حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثل کر ڈر و افراد کا وجود ممکن ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مثال نہیں تھی؟

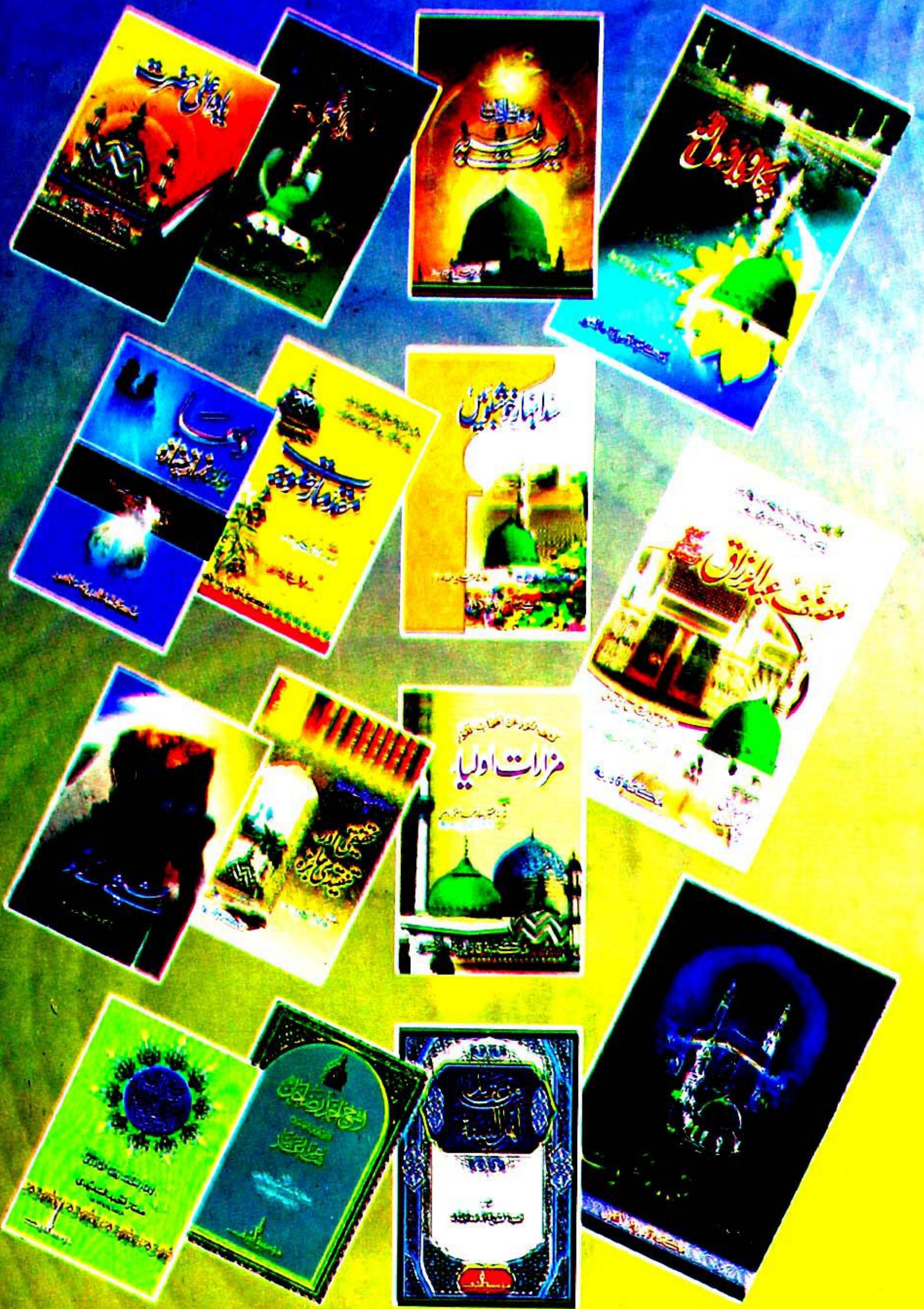
اے اللہ! ہمیں حق کو حق ماننے اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل ماننے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

ہدیہ شکر

حضرت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہ کی یہ فارسی تحریر ہمیں جناب رئیس الاطباء حکیم نصیر الدین (برادر زادہ) علامتہ الہند مولانا معین الدین اجمیری سے دستیاب ہوئی جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔



مکتبہ قادریہ • لاہور



مکتبہ قادریہ • لاہور